ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

جون ۱۹۹۸ء

ایڈیٹر
نصر اللہ خاں ناصر

توحید کے درجے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”قرآن ہم پر ظاہر فرماتا ہے کہ توحید صرف اس بات کا نام نہیں کہ ہم بتوں اور انسانوں اور حیوانوں اور عناصر اور اجرام فلکی اور شیاطین کی پرستش سے باز رہیں بلکہ توحید تین درجہ پر منقسم ہے درجہ اول عوام کے لئے یعنی ان کے لئے جو خدا تعالیٰ کے غضب سے نجات پانا چاہتے ہیں۔ دوسرا درجہ خواص کے لئے یعنی ان کے لئے جو عوام کی نسبت زیادہ تر قرب الٰہی کے ساتھ خصوصیت پیدا کرنی چاہتے ہیں۔ اور تیسرا درجہ خواص الخواص کے لئے جو قرب کے کمال تک پہنچنا چاہتے ہیں اول مرتبہ توحید کا تو یہی ہے کہ غیر اللہ کی پرستش نہ کی جائے۔ اور ہر ایک چیز جو محدود اور مخلوق معلوم ہوتی ہے خواہ زمین پر ہے خواہ آسمان پر اس کی پرستش سے کنارہ کیا جائے۔ دوسرا مرتبہ توحید کا یہ ہے کہ اپنے اور دوسروں کے تمام کاروبار میں مؤثر حقیقی خدا تعالیٰ کو سمجھا جائے۔ اور اسباب پر اتنا زور نہ دیا جائے جس سے وہ خدا تعالیٰ کے شریک ٹھہر جائیں .... تیسری قسم توحید کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں اپنے نفس کے اغراض کو بھی درمیان سے اٹھانا اور اپنے وجود کو اس کی عظمت میں محو کرنا........“ (کتاب البریہ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۸۳-۸۴)

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

احسان ۱۳۷۷ ہش

جون ۱۹۹۸ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خاں ناصر

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر:۔ قاضی منیر احمد

مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی ربوہ

اس شمارہ میں

جلد نمبر ۳۹

شمارہ نمبر ۶

شرح چندہ

پاکستان ــــــ ساٹھ روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ ــــــ چھ روپے

اداریہ

ماہنامہ انصاراللہ کے اغراض و مقاصد

ابتدائی کوائف و احوال کی روشنی میں

مجلس انصاراللہ کے ترجمان ماہنامہ "انصاراللہ" کا اجراء نومبر ۱۹۶۰ء میں ہوا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے فیوض و برکات کے تذکرہ اراکین انصاراللہ اور آئندہ نسلوں کی تعلیم و تربیت اور تنظیمی امور کو مجالس تک پہنچانے کے لئے اس رسالہ کی ضرورت محسوس ہوئی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب...... نے اس رسالہ کا نام "انصاراللہ" تجویز فرمایا اور جناب مسعود احمد خاں دہلوی اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے یہاں قارئین کی دلچسپی اور ترغیب و تحریض کے لئے اس رسالہ کے کچھ کوائف و احوال کا ذکر کیا جاتا ہے

اس ماہنامہ کے اغراض و مقاصد کا ذکر پہلے شمارہ کے ایڈیٹوریل میں کیا گیا ہے اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوت قدسی اور جذب و کشش کے طفیل آپ کے (رفقاء) نے (دین حق کی) تعلیم پر کماحقہ، عمل کرتے ہوئے نصرت دین اور راہ خدا میں فدائیت کا جو نمونہ دکھایا تھا اس روح اور جذبہ کو نئی نسلوں میں منتقل کرنے اور (دین حق) کو ان کی زندگیوں میں نافذ کرتے ہوئے ان میں بھی حق پر نثار ہونے کا ولولہ پیدا کرنے کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ..... نے جماعت میں اطفال الاحمدیہ، ناصرات الاحمدیہ، خدام الاحمدیہ انصاراللہ اور لجنہ اماء اللہ کی تنظیمیں قائم فرمائی ہیں چنانچہ اسی غرض کے ماتحت اب "ماہنامہ انصاراللہ" جس کا پہلا شمارہ قارئین کے ہاتھوں میں ہے جاری کیا گیا ہے، مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا ترجمان ہو گا، اس میں انشاء اللہ ہم التزام کے ساتھ امام الزماں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایسے روح پرور ملفوظات اور پر معارف تحریرات، نظم و نثر عربی، فارسی و اردو شائع کرنے کا اہتمام کریں گے کہ جو جذب و تاثیر کے شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں، جن کے بار بار کے مطالعہ سے دلوں کے زنگ دھل کر سب کثافتیں دور ہو جاتی ہیں اور قلوب و اذہان کی ایسی تطہیر ہوتی ہے کہ انسانوں کے سینے اور دماغ آسمانی نور سے منور ہو جاتے ہیں اور وہ دنیا میں زندگی بسر کرتے ہوئے عالم بالا کی مخلوق نظر آنے لگتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کے (رفقاء) کے حالات، ان کے قبول حق کے واقعات، قربانی و ایثار اور

فدائیت کے نمونے اور ان کی ایمان افروز روایات بھی التزام کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کی جائینگی' تا ہمیں احساس ہو کہ ہم کیسے عظیم الشان اسلاف کی اولاد ہیں' ہمارا اصل ورثہ کیا ہے اور اسے بحفاظت تمام نسلوں کے اندر منتقل کرنے کے ضمن میں ہم پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ پھر تاریخ اسلام اور تاریخ احمدیت کے چیدہ چیدہ واقعات بھی قارئین کی خدمت میں پیش کئے جائینگے' تا ایمان و یقین اور خدمت (دین حق) کے عزم صمیم کو ایک نئی پختگی اور نیا استحکام حاصل ہو' اسی طرح اہل علم اور اہل قلم اصحاب کے بلند پایہ علمی و تربیتی مضامین سے ہر شمارہ کو مزین کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ الغرض ہماری پوری کوشش ہو گی کہ ماہنامہ "انصاراللہ" کا ہر شمارہ روحانی نعمتوں کا ایک خوان یغما ثابت ہو......"

اس رسالہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ...... نے تحریر فرمایا:

"اس رسالہ کے ایڈیٹروں کو چاہیئے کہ خود بھی انصاراللہ یعنی خدا کے مددگار بنیں اور رسالہ کے نامہ نگاروں کو بھی تلقین کریں کہ وہ اپنے تمام مضامین کو اس مرکزی محور کے اردگرد چکر دیں۔ اس وقت دنیا نے موجودہ زمانہ کی مادی تہذیب و تمدن کے اثر کے ماتحت خدا کو گویا اکیلا چھوڑا ہوا ہے۔ انصاراللہ کو چاہیئے کہ سب سے پہلے قرآن و حدیث کا مطالعہ کر کے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لٹریچر کو گہری نظر سے دیکھ کر خدا کا منشاء معلوم کریں کہ وہ اس زمانہ میں کیا چاہتا ہے یعنی وہ کن خرابیوں کو مٹانا چاہتا ہے اور کن خوبیوں کو قائم کرنا چاہتا ہے اور پھر اس مطالعہ کے بعد اپنی تمام قوتوں اور تمام ذرائع کے ساتھ خدا کی خدمت میں لگ جائیں' اس کے بغیر تو مجلس انصار اللہ حقیقی معنوں میں انصاراللہ کہلا سکتی ہے اور نہ یہ رسالہ صحیح طور پر خدا تعالیٰ کا ناصر و مددگار سمجھا جا سکتا ہے۔

رسالہ انصاراللہ کے مضامین اعلیٰ درجہ کے علمی اور تحقیقی ہونے چاہئیں اور اس رسالہ کو اپنے بلند معیار سے ثابت کر دینا چاہیئے کہ حقیقتاً مذہب و سائنس میں کوئی ٹکراؤ اور تضاد نہیں کیونکہ وہ دونوں ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ سچا مذہب خدا کا قول ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا پر نازل ہوا اور پھر آپ کے خادم اور ظلّ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اس نے اس زمانہ میں نئی روشنی پائی اور سچی سائنس خدا کا فعل ہے جو خدا کی پیدا کی ہوئی نیچر کے پردوں میں مستور رہ کر زمانہ کی ضرورت کے مطابق ظاہر ہوتی رہتی ہے ...... حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء اور آپ سے تربیت یافتہ اصحاب کے لٹریچر نے اس نام نہاد تضاد کو بیشتر صورتوں میں صاف کر دیا ہے اور اگر کوئی ظاہری تضاد باقی ہے تو وہ بھی انشاء اللہ جلد صاف ہو جائے گا۔ رسالہ انصاراللہ کو اس کام میں خاص حصہ لینا چاہیئے" (تاریخ انصاراللہ صفحہ ۱۳۸-۱۳۹)

اس رسالہ کو بڑی محنت' اور قابلیت کے ساتھ مرتب کیا جاتا ہے اور اس کا سب سے زیادہ جاذب نظر حصہ وہ ہوتا ہے جس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات اور روح پرور تحریرات نظم و نثر کے منتخب حصے درج

کئے جاتے ہیں جو دائمی انوار و برکات کے حامل ہیں اور ان میں اس قدر جذب و کشش ہے کہ کوئی قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اس کے علاوہ دوسرے مضامین بھی علمی اور تربیتی لحاظ سے نہایت عمدہ اور مفید ہوتے ہیں' گذشتہ شماروں میں بڑے ذی علم احباب نے اپنے رشحات قلم سے رسالہ کو مزین کیا ہے' ان میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ..... ' حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خانصاحب .... ' حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب ..... - - - - - - - - - - ' حضرت مولانا ابو العطاء صاحب ایڈیٹر الفرقان' شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی اور شیخ عبدالقادر صاحب محقق خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ..... نے مجلس کے سالانہ اجتماع منعقدہ ۱۳۴۱ ھش (۱۹۶۲ء) کے موقعہ پر اپنے افتتاحی خطاب میں فرمایا:

"میں اس جگہ رسالہ "انصاراللہ" کے متعلق بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ یہ رسالہ خدا کے فضل سے بڑی قابلیت کے ساتھ لکھا جاتا اور ترتیب دیا جاتا ہے اور اس کے اکثر مضامین بہت دلچسپ اور دماغ میں جلا پیدا کرنے اور روح کو روشنی عطا کرنے میں بڑا اثر رکھتے ہیں۔ پس انصاراللہ کو چاہئے کہ اس رسالہ کو ہر جہت سے ترقی دینے کی کوشش کریں۔ اس کی اشاعت کا حلقہ وسیع کریں اور اسکے لیے مختلف علمی موضوع پر اچھے اچھے مضامین لکھ کر بھجوائیں تا کہ اس کی افادیت میں ترقی ہو اور جماعت میں اس کے متعلق دلچسپی بڑھتی چلی جائے۔"

(تاریخ انصاراللہ صفحہ ۱۴۱)

علمی اور تربیتی مضامین کے علاوہ مجلس کے اعلانات اور ہدایات بھی وقتاً فوقتاً اس رسالہ میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔

اسی طرح بعض شعبہ جات کی رپورٹیں اور مجالس کی مساعی بھی شائع کی جاتی ہے تا کہ دوسری مجالس میں بھی مسابقت کی روح پیدا ہو۔ طب و صحت کے صفحات بھی انصاراللہ کے لئے نہایت ضروری ہیں جو کبھی کبھی اشاعت پذیر ہوتے رہے ہیں بچوں کا صفحہ بھی ماہنامہ کی زینت رہا ہے جو اب پھر رسالہ کی زینت بنے گا انشاء اللہ

ماہنامہ انصاراللہ کا یہ اڑتیس سالہ دور نہایت گرانقدر عظیم سفر ہے جو جماعت احمدیہ کی علمی اخلاقی اور روحانی اقدار کی نشو و نما کا موجب اور تاریخ سلسلہ احمدیہ کے لئے مفید ثابت ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اور آج بھی ذی علم احباب کے لئے ایک عظیم جولا نگاہ ہے۔ اہل قلم احباب اور قارئین کرام سے درخواست ہے کہ آئیے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ماہنامہ انصاراللہ کے ساتھ تعاون کیجئے۔

★ ★ ★

جناب عبید اللہ علیم وفات پا گئے۔

قارئین کو علم ہو چکا ہے کہ احمدیت کے مخلص اور فدائی وجود صاحب طرز نامور شاعر جناب عبیداللہ علیم مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۹۸ء کو کراچی میں وفات پا گئے۔ آپ نے گذشتہ مجلس مشاورت منعقدہ ماہ اپریل میں شرکت کی اور ابھی ربوہ میں ہی تھے کہ دل کے عارضہ میں مبتلا ہوئے قدرے افاقہ ہوا تو کراچی گئے جہاں بالآخر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے موصوف کی وفات پر مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۹۸ء کو احمدیہ ٹیلی ویژن کی اردو کلاس کے پروگرام میں فرمایا: "میں نے دو گھنٹے لگا کر بہت سی نظمیں اکٹھی کی ہیں ..... ان کا بہت زیادہ اچھا کلام ہے ..... ان کے کلام کا حسن ایسا ہے کہ اس کا ترجمہ کرنا اسے گویا بگاڑنا ہے ..... ان کے بعض الفاظ کی بندش ایسی ہے کہ اس میدان میں انہیں اس زمانے کے شعراء میں اکیلا مقام حاصل ہے۔ ان کے الفاظ کی بندش ایسی ہے کہ اس تک دماغ نہیں پہنچتا ..... پاکستان کے سارے شعراء میں سے عبیداللہ علیم ہندوستان میں سب سے زیادہ ہر دلعزیز ہیں" آپ نے فرمایا:۔ "جماعت کی بڑی غیرت رکھتے تھے ننگی تلوار تھے ..... ان کی دو باتوں کی وجہ سے میں ان کا بہت احترام کرتا تھا ایک یہ کہ ان کے کلام میں احمدیت کے بہت تذکرے ہیں جو ہم پر گذرتی ہے اس کے بارہ میں پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ کے متعلق بہت اچھا کلام انہوں نے کہا۔ بعض دفعہ تو لگتا ہے غیب کی آواز سے بولتے تھے اللہ اس سے بلواتا تھا" حضور انور کے ان کلمات سے موصوف کا مقام واضح ہے آپ کی وفات ایک بڑا خلا ہے ایک قومی اور جماعتی المیہ ہے ادارہ ماہنامہ انصاراللہ ربوہ حضور انور سے، موصوف کے اہل و عیال اور اعزہ نیز تمام احباب جماعت سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلندتر فرمائے آمین۔

مسیحائے شہر۔ ڈاکٹر عبدالرحمن صدیقی

مورخہ ۲۱ اپریل ۱۹۹۸ء کو محترم ڈاکٹر عبدالرحمن صدیقی میرپور خاص سندھ میں وفات پا گئے۔ آپ نے تقریباً نصف صدی بھرپور دینی مصروفیات اور خدمت خلق میں گزاری امیر جماعت احمدیہ کی حیثیت سے آپ کی خدمات قابل تحسین ہیں۔ آپ ایک نڈر بے باک اور باغیرت وجود تھے۔ زیریں سندھ میں بڑے حوصلے جرات اور تدبر سے جماعتی قیادت کا فرض سرانجام دیا۔ ادارہ ماہنامہ انصاراللہ اس صدمہ پر جملہ لواحقین اور پسماندگان اہل و عیال سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو ارفع و اعلیٰ درجات عطا فرمائے۔ آمین

امام الکلام

حقیقی توحید

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"حقیقی توحید یہ ہے کہ خدا کی ہستی کو مان کر اور اسکی وحدانیت کو قبول کر کے بھی اس کامل اور محسن خدا کی اطاعت اور رضاجوئی میں مشغول ہونا اور اسکی محبت میں کھوئے جانا.......... توحید صرف اس بات کا نام نہیں کہ منہ سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہیں اور دل میں ہزاروں بت جمع ہوں۔ بلکہ جو شخص کسی اپنے کام اور مکر اور فریب اور تدبیر کو خدا کی سی عظمت دیتا ہے یا کسی انسان پر بھروسہ رکھتا ہے جو خدا تعالیٰ پر رکھنا چاہیئے یا اپنے نفس کو وہ عظمت دیتا ہے جو خدا کو دینی چاہیئے۔ ان سب صورتوں میں وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بُت پرست ہے۔ بُت صرف وہی نہیں ہیں جو سونے یا چاندی یا پیتل یا پتھر وغیرہ سے بنائے جاتے اور ان پر بھروسہ کیا جاتا ہے بلکہ ہر ایک چیز یا قول یا فعل جس کو وہ عظمت دیجائے جو خدا تعالیٰ کا حق ہے وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں بُت ہے۔ ....

یاد رہے کہ حقیقی توحید جس کا اقرار خدا ہم سے چاہتا ہے اور جس کے اقرار سے نجات وابستہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شریک سے خواہ بت ہو۔ خواہ انسان ہو۔ خواہ سورج ہو یا چاند ہو یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکر فریب ہو منزہ سمجھنا اور اسکے مقابل پر کوئی قادر تجویز نہ کرنا۔ کوئی رازق نہ ماننا۔ کوئی مُعزّ اور مُذلّ خیال نہ کرنا۔ کوئی ناصر اور مددگار قرار نہ دینا۔ اور دوسرے یہ کہ اپنی محبت اُسی سے خاص کرنا۔ اپنی عبادت اسی سے خاص کرنا۔ اپنا تذلّل اسی سے خاص کرنا۔ اپنی اُمیدیں اُسی سے خاص کرنا۔ اپنا خوف اُسی سے خاص کرنا۔ پس کوئی توحید بغیر ان تین قسم کی تخصیص کے کامل نہیں ہوسکتی۔ اوّل ذات کے لحاظ سے توحید یعنی یہ کہ اُس کے وجود کے مقابل پر تمام موجودات کو معدوم کی طرح سمجھنا اور تمام کو ہالکۃ الذّات اور باطلۃ الحقیقت خیال کرنا۔ دوم صفات کے لحاظ سے توحید یعنی یہ کہ ربوبیّت اور الوہیّت کی صفات بجز ذاتِ باری کسی میں قرار نہ دینا۔ اور جو بظاہر ربّ الانواع یا فیض رسان نظر آتے ہیں یہ اُسی کے ہاتھ کا ایک نظام یقین کرنا۔ تیسرے اپنی محبت اور صدق اور صفا کے لحاظ سے توحید یعنی محبّت وغیرہ شعار عبودیت میں دوسرے کو خدا تعالیٰ کا شریک نہ گرداننا۔ اور اُسی میں کھوئے جانا۔ ...."

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۳۴۸ تا ۳۵۰)

کلام الامام

انتہائی کوشش کرو کہ خدا کی محبت حاصل کرلو

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"..... ایک احمدی بچے بوڑھے اور جوان ' مرد و زن کا یہ بنیادی فرض ہے کہ وہ اپنی تمام صلاحیتوں کی نشو و نما کو انتہا تک پہنچانے کے لئے انتہائی محنت اور جفاکشی کی زندگی گزارے اس کے بغیر زندگی کا کوئی مزہ نہیں اس کے بغیر زندگی کا کوئی سرور نہیں۔ یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ اگر ہمارا رب مثلاً کسی سے یہ کہے کہ میں تجھے اپنا سو پیار دینا چاہتا ہوں اور وہ کہے کہ اے ہمارے پیدا کرنے والے پیارے محبوب خدا! میں تو تیرے صرف بیس پیار لوں گا اور باقی کو چھوڑ دوں گا تو اس میں زندگی کا کیا مزہ ہے

پس اللہ تعالیٰ تمہیں جتنا پیار دینا چاہتا ہے وہ تم حاصل کرو مگر اس کا انحصار تمہاری صلاحیتوں اور قوتوں کے پیمانے پر ہے اس لئے تم اپنے اس پیمانے کو آدھا نہ بھرو اور نہ اس میں کوئی سوراخ ہونے دو کہ کہیں وہ چیز بھی بیچ میں سے بہہ نہ جائے جو تم نے حاصل کی ہے۔ غرض جس حد تک تم خدا تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنے کے اہل اور قابل بنائے گئے ہو تم انتہائی کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنی اہلیت کے مطابق انتہائی طور پر پالو تاکہ تمہیں اِس دنیا کے انعامات بھی ملیں اور اُس دنیا کے انعامات بھی ملیں

پس یہی محنت ہے۔ یہی جدو جہد ہے۔ یہی جہاد ہے یہی کوشش ہے اور یہی جفاکشی ہے جس کی طرف (دین حق) ہمیں بلاتا ہے اور جس پر قرآن کریم نے مختلف پہلوؤں سے مختلف رنگوں میں بار بار زور دیا ہے اور اس کی تاکید فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائی کہ عمل میں احسان کو مدّ نظر رکھیں اس عمل کی خوبصورتی کو انتہا تک پہنچانے کے لئے جس حُسنِ علم کی ضرورت ہے ہم اس کو بھی حاصل کر سکیں .... وہی شخص اچھا ہے جس کے کام میں حُسنِ علم بھی ہے اور حُسنِ عمل بھی ہے۔"

(خطبہ جمعہ ۴ فروری ۱۹۷۲ء)

عربی منظوم کلام

فَیَارَبِّ اَصْلِحْ حَالَ اُمَّةِ سَیِّدِیْ　　　وَعِنْدَكَ هَیِّنٌ عِنْدَنَا مُتَعَسِّرُ

اے میرے رب! میرے آقا کی امت کے حال کی اصلاح کردے اور یہ تیرے لئے آسان ہے (اور) ہمارے لئے مشکل ہے

وَلَیْسَ بِرَاقٍ قَبْلَ اَنْ تَاْخُذَنْ یَدًا　　　وَلَیْسَ بِسَاقٍ قَبْلَ کَاْسٍ تُقَدَّرُ

اور کوئی بلندی پر نہیں جا سکتا پیشتر اس کے کہ تو اس کا ہاتھ پکڑے اور کوئی کسی کو (کچھ) پلا نہیں سکتا پیشتر اس پیالے کے جو تو مقدر کر دے

وَاِنِّیْ اَرٰی اَنَّ الذُّنُوْبَ کَبِیْرَةٌ　　　وَاَعْرِفُ مَعَهٗ اَنَّ فَضْلَكَ اَکْبَرُ

اور میں دیکھ رہا ہوں کہ گناہ عظیم تر ہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی جانتا ہوں کہ تیرا فضل عظیم ترین ہے

اِلٰهِیْ اَغِثْنَا وَاسْقِنَا وَاحْمِ عِرْضَنَا　　　بِسُلْطَانِكَ الْاَجْلٰی وَاِنَّكَ اَقْدَرُ

اے میرے اللہ! ہماری فریاد رسی کر اور ہمیں سیراب کر اور ہماری عزت کی حفاظت کر اپنی بہت بڑی قوت سے۔ بے شک تو بڑی قدرت والا ہے

تَعَالَیْتَ یَا مَنْ لَّا تُحَاطُ کَمَالُهٗ　　　لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا لَّیْسَ یُحْصٰی وَیُحْصَرُ

تیری شان بلند ہے اے وہ ہستی جس کے کمال کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ تیری تعریف ایسی تعریف ہے جس کا شمار و احاطہ نہیں ہو سکتا

تَصَدَّقْ بِاَلْطَافٍ کَمَا اَنْتَ اَهْلُهَا　　　وَاَدْرِكْ عِبَادًا لَّكَ کَمَا اَنْتَ اَقْدَرُ

مہربانیوں سے نواز۔ جیسا کہ تیری شایان شان ہے اور دستگیری کر اپنے بندوں کی جیسا کہ تو بڑی قدرت رکھنے والا ہے

فَخُذْ بِیَدِیْ یَا رَبِّ فِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ　　　وَاَیِّدْ غَرِیْبًا یُّلْعَنَنْ وَ یُکَفَّرُ

اے میرے رب! ہر معرکہ میں میرا ہاتھ پکڑ اور اس بے یارو مددگار کی تائید فرما جو لعنت اور تکفیر کیا جا رہا ہے

(حمامة البشریٰ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۳۲۸-۳۲۹)

فارسی منظوم کلام

○

تانہ قربانِ خدائے خود شویم! تانہ محو آشنائے خود شویم

جب تک ہم اپنے خدا پر قربان نہ ہو جائیں اور جب تک اپنے دوست کے اندر محو نہ ہو جائیں

تانہ باشیم اُز وجود خُود بروں تانہ گردد پُرز مِہرش اندروں

جب تک ہم اپنے وجود سے علیحدہ نہ ہو جائیں اور جب تک سینہ اس کی محبت سے بھر نہ جائے

تانہ برما مُرگ آید صد ہزار کے حیاتے تازہ بینم از نگار

جب تک ہم پر لاکھوں موتیں وارد نہ ہوں تب تک ہمیں اُس معشوق کی طرف سے نئی زندگی کب مل سکتی ہے

از خردمنداں مرا انکار نیست لیکن ایں رہ راہِ وصلِ یار نیست

مجھے داناؤں کی عقلمندی سے انکار نہیں ہے مگر یہ یار کے وصل کا راستہ نہیں ہے

تانہ باشد عشق و سوداو جنوں! جلوہ ننماید نگارِ بے چگوں!

جب تک عشق اور سودا اور جنون نہ ہو تب تک وہ بے مثال معشوق اپنا جلوہ نہیں دکھاتا

ما کہ با دیدارِ اُو رُو تافتیم از رہِ عشق و فنائش یافتیم

ہم لوگ جنہوں نے اس کے دیدار سے اپنا چہرہ روشن کیا ہے ہم نے تو اسے عشق اور فنا کے راستہ سے پایا ہے

ترکِ خود کردیم بہرِ آں خدا از فنائے ما پدید آمد بقا

اس خدا کے لئے جب ہم نے اپنی خودی ترک کر دی تو ہماری فنا کے نتیجہ میں بقا ظاہر ہو گئی

(سراج منیر روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۱۰۰)

شجرہ طیبہ کے اثمار

تحریر:۔ ریاض محمود باجوہ ' شعبہ تاریخ احمدیت

"وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزار ہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا وہ خود اسکی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی۔" (حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

وہ خدا میرا جو ہے جوہر شناس　اک جہاں کو لا رہا ہے میرے پاس
لعنتی ہوتا ہے مرد مفتری　لعنتی کو کب ملے یہ سروری

قرآن کریم نے کلمہ طیبہ کو شجرہ طیبہ سے تشبیہ دی ہے جس کو ہمیشہ اچھے پھل لگتے ہیں یہ شجرہ طیبہ دین حق ہے دین حق ' دین فطرت ہے اس لئے اپنی سچائی کے ایسے دلائل پیش کرتا ہے جن کو سلیم الطبع ماننے پر مجبور ہیں۔

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے بھی کسی مامور من اللہ کی سچائی کو پرکھنے کے لئے یہ مثال بطور دلیل پیش فرمائی کہ:۔

"اسی طرح ہر ایک اچھا درخت اچھا پھل لاتا ہے اور برا درخت برا پھل لاتا ہے۔ اچھا درخت برا پھل نہیں لا سکتا نہ برا درخت اچھا پھل لا سکتا ہے" (متی باب ۱۸ آیت ۱۷۔۱۸)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور سلسلہ احمدیہ کا قیام بھی اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ یہ آسمانی سلسلہ بھی خدا تعالیٰ کا قائم کردہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید و نصرت سے نشوونما کی اور اس کی شاخیں دنیا پر محیط ہو گئیں اور اس کو اچھے پھل لگے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں سلسلہ احمدیہ میں اچھے پھل کا ذکر یوں ملتا ہے۔

"ہماری جماعت میں عمدہ اور اعلیٰ درجہ کے نیک چال چلن کے لوگ ہیں اور وہ سب حسنہ صفات سے متصف ہیں اور ایسے ہی لوگوں کو ہم ساتھ رکھتے ہیں" (ملفوظات جلد سوم جدید ایڈیشن صفحہ ۴۹)

"ہمارے سلسلہ میں سچائی کی خوشبو ہے...... ہماری صداقت خود بخود لوگوں کے دلوں میں پڑ جاتی ہے" (ایضاً صفحہ ۵۵۵)

”خدا کا فضل ہمارے حصہ میں یہ آیا ہے کہ ہماری طرف آنے والے حلیم، سلیم اور نیک آدمی ہوتے ہیں“　　(ملفوظات جلد ۵ جدید ایڈیشن صفحہ ۶۱۶)

”اس جماعت نے اخلاص اور محبت میں بڑی نمایاں ترقی کی ہے۔ بعض اوقات جماعت کے اخلاص، محبت اور جوش ایمان کو دیکھ کر خود ہمیں تعجب اور حیرت ہوتی ہے اور یہاں تک کہ دشمن بھی تعجب میں ہیں“　　(ایضاً صفحہ ۶۰۵)

اپنی جماعت کے عمومی دینی حالات کے علاوہ ان کے ظاہری حالات اور حسب نسب کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا

”اگرچہ ہمارا گروہ ابھی بکثرت دنیا میں نہیں پھیلا۔ لیکن پشاور سے لیکر بمبئی اور کلکتہ اور حیدر آباد دکن اور بعض دیار عرب تک ہمارے پیرو دنیا میں پھیل گئے۔ پہلے یہ گروہ پنجاب میں بڑھتا پھولتا گیا اور اب میں دیکھتا ہوں کہ ہندوستان کے اکثر حصوں میں ترقی کر رہا ہے۔ ہمارے گروہ میں عوام کم اور خواص زیادہ ہیں۔ اس گروہ میں بہت سے سرکار انگریزی کے ذی عزت عہدہ دار ہیں۔ جو ڈپٹی کلکٹر اور اکسٹرا اسسٹنٹ اور تحصیلدار وغیرہ معزز عہدوں والے آدمی ہیں۔

ایسا ہی پنجاب اور ہندوستان کے کئی رئیس اور جاگیردار اور اکثر تعلیم یافتہ ایف اے۔ بی اے۔ اور ایم اے اور بڑے بڑے تاجر اس جماعت میں داخل ہیں۔ غرض ایسے لوگ جو عقل اور علم اور عزت اور اقبال رکھتے تھے یا بڑے بڑے عہدوں پر سرکار انگریزی کی طرف سے مامور تھے یا رئیس اور جاگیردار اور تعلقہ دار اور نوابوں کی اولاد تھے اور یا ہندوستان کے قطبوں اور غوثوں کی نسل تھے۔ جنکے بزرگوں کو لاکھوں انسان اعلیٰ درجہ کے ولی اور قطب وقت سمجھتے تھے۔ وہ لوگ اس جماعت میں داخل ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ کے فضل اور قدرت نے مولویوں کو ان کے ارادوں سے نامراد رکھ کر ہماری جماعت کو فوق العادت ترقی دی ہے اور دے رہا ہے۔ وہ لوگ جو درحقیقت پارسا طبع اور خدا ترس اور نوع انسان سے ہمدردی کرنے والے اور دین کی ترقی کے لئے بدل و جان کوشش کرنیوالے اور خدا تعالیٰ کی عظمت کو دل میں بٹھانیوالے اور عقلمند اور ذی فہم اور اولوالعزم اور خدا اور رسول سے سچی محبت رکھنے والے ہیں وہ اس جماعت میں بکثرت پائے جائیں گے۔ میں دیکھتا ہوں کہ خداوند کریم اس بات کا ارادہ کر رہا ہے کہ اس جماعت کو بڑھاوے اور برکت دے اور زمین کے کناروں تک سعادت مند انسانوں کو کھینچ کر اس میں داخل کرے“ (روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۲۰۴ ۔ ۲۰۵ حاشیہ)

حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:۔

جبکہ کہتے ہیں کہ کاذب پھولتے پھلتے نہیں پھر مجھے کہتے ہیں کاذب دیکھ کر میرے ثمار

احمدیت کے پاکیزہ درخت کے اثمار کو دیکھ کر بعض نامور مخالف بھی بے اختیار اس حقیقت کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے کہ واقعی بانی جماعت احمدیہ نے جو فرمایا وہ سچ ثابت ہوا اور اس میں کوئی شک و شبہ نہ تھا۔ چنانچہ جناب مولانا ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر "زمیندار" نے جماعت احمدیہ سے متعلق لکھا کہ:۔

"یہ ایک تناور درخت ہو چلا ہے اس کی شاخیں ایک طرف چین میں اور دوسری طرف یورپ میں پھیلتی ہوئی نظر آتی ہیں"

(زمیندار ۹ اکتوبر ۱۹۳۲ء بحوالہ "تحریک احمدیت اور اس کے نقاد" صفحہ ۹۸-۹۹ از مولانا دوست محمد شاہد مورخ احمدیت)

نیز لکھا ہے کہ:۔ "آج میری حیرت زدہ نگاہیں بحسرت دیکھ رہی ہیں کہ بڑے بڑے گریجوایٹ اور وکیل اور پروفیسر اور ڈاکٹر جو کاؤنٹ اور ڈیکارٹ اور ہیگل کے فلسفہ تک کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ غلام احمد قادیانی...... پر اندھا دھند آنکھیں بند کر کے ایمان لے آئے ہیں" (ایضاً)

حیرت کی بات ہے کہ دعویٰ سے قبل حضرت مرزا صاحب کی نیکی، تقویٰ اور پارسائی کی گواہیاں بھی دی گئیں اور جب خدا تعالیٰ کے اذن سے آپ نے دعویٰ ماموریت کیا تو پھر ہر قسم کا الزام عیب اور برائی آپ کی طرف منسوب کر دی گئی جبکہ حضرت اقدس علیہ السلام کی نیکی تقویٰ، محبت الٰہی، عشق قرآن و عشق رسولؐ نیز نوع انسان سے ہمدردی میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ جیسا کہ آپ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے:۔

کہتے ہیں جوش الفت یکساں نہیں ہے رہتا دل پر مرے پیارے ہر دم گھٹا یہی ہے
مشت غبار اپنا تیرے لئے اڑایا جب سے سنا کہ شرط مہر و وفا یہی ہے

عجیب بات یہ بھی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے خلاف سینکڑوں ہزاروں کتابیں اور رسالے مخالفین نے لکھ ڈالے ہیں مگر اسی وجود کے برگ و بار کے انفرادی اور اجتماعی دینی کردار کی بڑے بڑے مخالف بھی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے۔

چنانچہ علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا:۔

"ہاں اشاعت اسلام کا جوش جو ان کی جماعت کے اکثر افراد میں پایا جاتا ہے قابل قدر ہے"

(مکاتیب اقبال حصہ دوم صفحہ ۲۳۲)

مولوی ظفر علی خان صاحب نے لکھا:۔ "اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت اسلام کر کے دکھا دی ہے" (زمیندار ۲۴ جون ۱۹۲۳ء بحوالہ "تحریک احمدیت اور اس کے نقاد" صفحہ ۸۳)

نیز لکھا:۔ "گھر بیٹھ کر احمدیوں کو برا بھلا کہہ لینا نہایت آسان لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنے مبلغین انگلستان اور دیگر ممالک میں بھیج رکھے ہیں"

(زمیندار دسمبر ۱۹۲۶ء بحوالہ راہنمائے تبلیغ صفحہ ۱۶۰)

مفکر احرار چوہدری افضل حق صاحب کی رائے۔

"مسلمان پبلک کو چاہیئے کہ فتویٰ بازوں سے مطالبہ کریں کہ وہ غیر اقوام میں تبلیغ کر کے غیروں کو اپنا ہم خیال مسلمان بنائیں تا کہ ان پر یہ راز کھل جائے کہ مسلمان کو کافر بنانا آسان اور کافر کو مسلمان بنانا کتنا دشوار ہے ..... سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں دینی مکاتیب ہندوستان میں جاری ہیں مگر سوائے احمدی مدارس کے اور مکاتب کے کسی اسلامی مدرسہ میں غیر اقوام میں تبلیغ و اشاعت کا جذبہ طلباء میں پیدا نہیں کیا جاتا۔ کس قدر حیرت ہے کہ سارے پنجاب میں سوائے احمدی جماعت کے اور کسی فرقے کا تبلیغی نظام موجود نہیں..... اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب کا دامن فرقہ بندی کے داغ سے پاک نہ ہوا۔ تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے نمونہ ہے"

(فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلا بازیاں صفحہ ۴۱)

اہل عقل و دانش کے لئے یہ بات لائق غور ہے کہ اگر یہ شجر خدا تعالیٰ کے ہاتھ کا لگایا ہوا نہ ہوتا تو اس طرح کیسے پھل پھول لا سکتا تھا جیسے اثمار اس پر لگے ہیں جن کی فطرت نیک ہے وہ تو جوق در جوق اس مبارک درخت کے وجود کا حصہ بنتے چلے جا رہے ہیں لیکن حق کے مخالفوں کو یہ آفتاب صداقت نظر نہ آیا۔

احمدیت خدا تعالیٰ کے ہاتھ کا لگایا ہوا ایک پودا ہے۔ خدائی وعدوں کے موافق یہ بڑھے گا' پھولے گا اور پھلے گا۔ مخالفت کی آندھیاں اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گی جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے خدا اس کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ وہ راضی نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو کمال تک نہ پہنچا دے اور وہ اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کے گرد احاطہ بنائے گا اور تعجب انگیز ترقیات دے گا۔ کیا تم نے کچھ کم زور لگایا۔ پس اگر یہ انسان کا کام ہوتا تو کبھی کا یہ درخت کاٹا جاتا اور اس کا نام و نشان باقی نہ رہتا" (انجام آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۶۴)

نیز فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور

میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا مونہہ بند کر دیں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا"

(تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۹)

اک ہیں جو پاک بندے اک ہیں دلوں کے گندے جیتیں گے صادق آخر حق کا مزا یہی ہے

تصویر کا دوسرا رخ:۔

اب ہم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مخالفین کا جائزہ لیتے ہیں تو صداقت کھل کر سامنے آتی ہے۔ جناب عطاء الحق قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

بعنوان "پہلے علماء اسلام قبول کریں"

"اسلامی تحریکوں کا راستہ روکنے والے عام مسلمان نہیں بلکہ مذہبی سیاسی جماعتوں کے بعض نام نہاد "علماء کرام" ہیں۔ انہوں نے اپنے کردار سے عامتہ المسلمین کو خود سے متنفر کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ اسلام کی بات بھی کرتے ہیں تو لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ یہ بات محض سیاست چمکانے کے لئے کی جا رہی ہے۔ ان میں سے کچھ تو اپنے کردار کے حوالے سے اتنے بدنام ہیں کہ حج کے موقع پر یہ شیطان کو دو کنکریاں مارتے ہیں تو وہ جواب میں انہیں چار کنکریاں مارتا ہے۔ عامۃ المسلمین ایسے لوگوں کے پیچھے چلنے کو تیار نہیں جو اپنی سیاست چمکانے کے لئے کبھی ایک شخص کو قادیانی قرار دیتے ہیں اور پھر کسی سیاسی فائدے کے لئے اسی شخص کو مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ عطا کر دیتے ہیں۔ جو عورت کی سربراہی کو حرام قرار دیتے ہیں اور عورت کی حکومت کو مستحکم کرنے کے لئے ہر حربہ استعمال کرتے ہیں جو منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیوند بھرے لباس کا ذکر کرتے ہیں اور خود قیمتی کپڑوں میں ملبوس پجارو میں سفر کرتے ہیں ...... جو کویت، سعودی عرب، ایران، عراق اور لیبیا سے کروڑوں روپے کی خفیہ مدد لیتے ہیں اور پھر ان ممالک کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتے ہیں ..... اگر ہمارے یہ علماء "اسلام" قبول کرلیں تو مجھے یقین ہے پاکستان میں اسلامی تحریکوں کا راستہ کوئی نہیں روک سکے گا۔ اسلامی تحریکوں کے راستے کی رکاوٹ ..... یہ نام نہاد علماء اس رستے کے سب سے بڑے پتھر ہیں"

(نوائے وقت ۷ دسمبر ۱۹۹۶ء)

موصوف قاسمی صاحب کا نتیجہ فکر پڑھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ "ایجنٹ" کون ہیں۔

عالم اسلام کی عمومی صورتحال کو مشاہدہ کرتے ہوئے مسٹر اے کے بروہی سابق وزیر قانون نے ایک اخباری سوال کے جواب میں کہا:۔

"درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ دنیا ہماری بد اعمالیوں کو دیکھ کر اسلام کے بارے میں رائے قائم کرتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر آج ہم اسلام سے علیحدگی کا اعلان کر دیں تو یورپ کا بڑا حصہ حلقہ بگوش اسلام ہو سکتا ہے۔ جب وہ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جن پر "اسلامی ممالک" کا لیبل لگا ہوا ہے تو ان کے قدم اسلام کی طرف بڑھنے سے رک جاتے ہیں۔ اشاعت اسلام کی راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہم خود ہیں...... اسلام اور اسلامی کلچر کا جتنا مذاق ہم نے اڑایا ہے شاید اتنا کسی اور نے نہیں اڑایا.... جس قوم کی ابتداء طاؤس و رباب سے ہو اس کی انتہا کیا ہو گی"

(اسلام اور عصر رواں از ڈاکٹر غلام جیلانی برق صفحہ ۱۷۶۔۱۷۷)

آج بڑے بڑے دانشور، علماء، سیاستدان، وکیل، پروفیسر اور محقق اس فکر میں ہیں کہ کسی طرح موجودہ مشکلات و پریشانیوں سے نجات ملے لیکن منزل پانے کے لئے انہیں امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔ اور نجات کے لئے اس آسمانی ندا کو سننے کے لئے تیار نہیں جو بڑے درد اور غم سے پکار رہی ہے

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

سو یہ حقیقت ہے کہ اب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے وجود سے ہی نجات وابستہ ہے۔ اور اسی حصار میں سکھ اور سکون ملے گا۔ آپ نے یہ مژدہ جانفزا سنایا کہ

"خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے۔ تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن و صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلاوے ...... وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے۔" (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۶۲۔۵۶۳)

اب یہ حقیقت واضح ہے اور تصویر کے دونوں رخ سامنے ہیں اس کی مزید وضاحت ایک بریلوی فرقہ کے ترجمان ماہنامہ "انوار لاثانی" لاہور مارچ ۹۶ء کے تجزیہ سے ملتی ہے "جو آج کا پاکستان" کے عنوان سے لکھتا ہے:۔

"پاکستان مسائلستان بن چکا ہے۔ پاکستانی قوم ایک فیصلہ کن موڑ پر کھڑی ہے۔ پورا معاشرہ سسکیاں لے رہا ہے، دم توڑ رہا ہے۔ شائد پاکستان کی تاریخ میں اتنا نازک وقت اس سے پہلے نہ آیا ہو گا لیکن بد قسمتی کی انتہا ہے کہ ہمارے ملک کے حکمران ہیں جن کا شیطانوں سے سمجھوتہ ہو چکا ہے۔ سیاست دان ہیں جن کی عیاشی کی داستانیں ضرب المثل ہیں۔ زمیندار ہیں جن کے آہنی شکنجوں میں کاشت کار کراہ رہا ہے۔ علماء ہیں جن کے دماغ جواب دے چکے ہیں۔ مشائخ ہیں جن کے دل سرد ہو چکے ہیں۔ وکلاء ہیں جن کے شکم قارون خانے ہیں۔ ڈاکٹر ہیں جو رحم اور

ہمدردی کے جذبے سے عاری ہیں۔ پولیس افسران ہیں جو انسان نما بھیڑیئے معلوم ہوتے ہیں۔ صحافی اور اخباری نمائندے ہیں جو قلم و کاغذ کی آبرو بیچتے ہیں اور بلیک میلر ہیں۔ مذہبی اور سیاسی فرقے ہیں جو باہم دست و گریبان ہیں۔ دانشور ہیں جو فکر و دانش کے قاتل اور تعلیم مغرب کے فریب خوردہ ہیں۔ تاجر ہیں جو انسانوں کا خون پی رہے ہیں اور مُردوں کی ہڈیاں تک چوس رہے ہیں۔ نوکر شاہی جو آدم خور درندوں کی فوج ظفر موج ہے ...... عدالتیں ہیں اور کچہریاں ہیں جہاں رشوت کی حکمرانی اور عدل و انصاف کند چھری سے ذبح ہو رہا ہے...... تحصیلیں اور تھانے ہیں جہاں قیمتی جانوں کی بولیاں ہوتی ہیں اور عزت و آبرو کے سودے ہوتے ہیں۔ حوالاتیں اور جیلیں ہیں جہاں مجرموں کی پرورش و حفاظت ہوتی ہے۔ مسجدیں اور مدرسے ہیں جہاں سے اتحاد و محبت کی بجائے انتشار و نفرت کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ خانقاہیں اور آستانے ہیں جہاں سے پاک دل صوفیوں کے بجائے دھمالیے گورکن اور کفن چور سر اٹھا رہے ہیں۔ غرضیکہ پاکستانی قوم کے عقلی و فکری قوئ مضمحل اور معطل ہیں۔ علمی اور عملی صلاحیتیں زنگ آلود ہیں۔ زندگی کے تمام شعبے مادیت کے شجرہ خبیثہ کے برگ و بار ہیں جو افراط و تفریط کی مسموم ہواؤں سے خزاں رسیدہ ہو چکے ہیں" (صفحہ ۱۵ تا صفحہ ۱۷)

خدا تعالیٰ کی تقدیر نے حق و باطل کو بڑی شان سے نمایاں کر دیا ہے۔ سچائی کی حقیقت کھل کر سامنے آچکی ہے اور سلیم الفطرت کے لئے قبول حق کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ ع جس کی فطرت نیک ہے آئے گا وہ انجام کار

علم انعامی و اسناد خوشنودی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... نے ۲۶ جولائی ۱۹۴۰ء کو خطبہ جمعہ دیتے ہوئے مجلس انصاراللہ کے قیام کا اعلان فرمایا' چنانچہ اگست ۱۹۴۰ء میں اس تنظیم کی بنیاد قادیان میں رکھی گئی جو مجلس عالمگیر کی حیثیت سے مصروف عمل رہی ہے۔ اس کے قیام کا بنیادی مقصد نصرت دین حق کے ساتھ ساتھ انصاراللہ کی علمی اخلاقی اور روحانی نشو و نما ہے اور مجلس کا لائحہ عمل انہی خطوط پر مترتب ہے جس کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ مجالس عملی رنگ میں کس حد تک اس بنیادی مقصد کو حاصل کر رہی ہیں مجلس انصاراللہ نے مجلس مقامی اور ضلعی نظام میں مسابقت کی روح قائم رکھنے کے لئے اول آنے والی مجلس کو علم انعامی اور باقی پوزیشن حاصل کرنے والی مجالس اور ضلعی نظامتوں کو اول دوم سوم آنے پر اسناد خوشنودی دینے کا طریق جاری کیا ہوا ہے۔ علم انعامی اور اسناد خوشنودی کے استحقاق کے لئے ۱۳۴۶ ہش / ۱۹۶۷ء کی شوریٰ انصاراللہ نے یہ سفارش کی کہ "مجالس کی تربیت کے کام کا جائزہ لیتے وقت قیادت تربیت اس امر کو ملحوظ رکھے گی کہ جس مجلس کا کام قیادت کے نزدیک سب سے اچھا ہو اس کے اسی فیصد ارکان نماز باترجمہ بھی جانتے ہوں اسی صورت میں قیادت تربیت علم انعامی کی سفارش کرے گی۔" (تاریخ انصاراللہ) حضرت امام جماعت احمدیہ نے ان سفارشات کو منظور فرمالیا اور یہ قواعد منظور فرمائے:۔ "الف ۔ علم انعامی اور سندات صرف انہی مجالس کو دی جائیں گی جنہوں نے دوران سال جملہ قیادتوں کے ساتھ عملی تعاون کیا ہو۔ ب۔ تعاون کرنے والی اور اس اعزاز کی حقدار وہی مجلس سمجھی جائے گی جس نے [illegible] قیادتوں سے پچھتّر فیصد نمبر حاصل کئے ہوں۔ (ایضاً صفحہ ۱۴۷) سالہا سال سے سب پر سبقت لے جانے والی مجلس کو علم انعامی اور باقی ۹ مجالس کو اسناد خوشنودی کا اعزاز دیا جاتا ہے اسی طرح ناظمین اضلاع کو بھی اول دوم سوم آنے پر اسناد خوشنودی دی جاتی ہیں (سال ۱۳۷۶ ہش ۱۹۹۷ء میں ان اعزازات کی حامل مجالس کی فہرست شمارہ ہذا کے صفحہ ۱۷ پر ملاحظہ فرماویں۔



محترم حافظ محمد اکرم حفیظ صاحب زعیم اعلیٰ کریم نگر فیصل آباد محترم چوہدری ظہور احمد باجوہ
صاحب صدر مجلس شوریٰ سے مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۹۸ء کو علم انعامی وصول کر رہے ہیں

مجلس عاملہ انصار اللہ کریم نگر فیصل آباد



بتقریب حصول علم انعامی برائے سال ۱۹۹۷ء بر موقع مجلس شوریٰ مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۹۸ء
صدر مجلس شوریٰ و صدر مجلس انصار اللہ پاکستان کے ساتھ

حسن کارکردگی مجالس انصار اللہ پاکستان

سال ۷۶ ۱۳ہش ۱۹۹۷ء میں زعماء اعلیٰ اور زعماء مقامی مجالس انصار اللہ پاکستان کی حسن کارکردگی کے لحاظ سے علم انعامی کی حق دار اور پہلی دس مجالس کی حسب ذیل فہرست حضور انور کی خدمت میں منظوری کیلئے بھجوائی گئی تھی۔ جسے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے منظور فرمایا۔ مجلس مشاورت ۱۹۹۸ء کے آخری دن مکرم چوہدری ظہور احمد باجوہ صاحب صدر مجلس مشاورت نے علم انعامی اور اسناد ان مجالس کے زعماء میں تقسیم فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب مجالس کے لیے یہ اعزاز مبارک فرمائے (قائد عمومی انصار اللہ پاکستان)

۱۔	مجلس انصار اللہ	کریم نگر فیصل آباد	اول اور علم انعامی کی حق دار
۲۔	" "	ربوہ	دوم
۳۔	" "	دارالذکر فیصل آباد	سوم
۴۔	" "	مغلپورہ لاہور	چہارم
۵۔	" "	اسلام آباد جنوبی	پنجم
۶۔	" "	اسلام آباد غربی	ششم
۷۔	" "	بیت النور لاہور	ہفتم
۸۔	" "	دارالنور فیصل آباد	ہشتم
۹۔	" "	ماڈل کالونی کراچی	نہم
۱۰۔	" "	ڈرگ روڈ کراچی	دہم

حسن کارکردگی ناظمین اضلاع مجالس انصار اللہ پاکستان

سال رواں ۷۶ ۱۳ہش ۱۹۹۷ء میں ناظمین اضلاع مجالس انصار اللہ پاکستان میں سے حسن کارکردگی کے لحاظ سے مندرجہ ذیل ناظمین اضلاع اسناد خوشنودی کے حق دار قرار پائے۔ ان کے نام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں منظوری کے لئے پیش کئے گئے۔ جو حضور نے منظور فرمائے۔ اور فرمایا بارك اللّٰہ لھم شوریٰ ۱۹۹۸ء کے آخری دن مکرم چوہدری ظہور احمد باجوہ صاحب صدر مجلس مشاورت نے ان ناظمین اضلاع کو اسناد خوشنودی تقسیم فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے لئے یہ اعزاز مبارک فرمائے۔ آمین

۱۔	نظامت ضلع	اسلام آباد	اول	چوہدری عبدالواحد ورک صاحب
۲۔	" "	راولپنڈی	دوم	چوہدری مبارک احمد صاحب
۳۔	" "	فیصل آباد	سوم	عبدالرحمٰن سیفی صاحب

"میرے ابّا"

(صاحبزادی امۃ القدوس سلمہا اللہ تعالیٰ بنت حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد نوّر اللہ مرقدہٗ)

دُعا کے کوئی جال یاں بُن رہا تھا
کوئی پھول اُمید کے چُن رہا تھا
"زمانہ بڑے شوق سے سُن رہا تھا
"تمہیں، سو گئے داستاں کہتے کہتے"

ابھی تم سے سُننی تھیں چاہت کی باتیں
مسیحِ زماں سے محبّت کی باتیں
خلافت سے گہری عقیدت کی باتیں
خدا کی، خدا کی جماعت کی باتیں
اخوّت کے قصّے، مروّت کی باتیں
اسیری کی، ذوقِ شہادت کی باتیں
ابھی تم سے کرنی تھیں کتنی ہی باتیں

ابھی کتنے قصّے سُنانے تھے تمکو
ابھی راز کتنے بتانے تھے تمکو
ابھی کتنے خاکے دکھانے تھے تمکو
لطائف بہت سے سُنانے تھے تمکو
مجھے یاد آتی ہیں ماضی کی باتیں

کبھی اپنی باہوں میں جھولا جھلایا
کبھی پیار سے ساتھ اپنے لگایا
کبھی دے کے تھپکی مجھے دی تسلّی
کبھی مُسکرا کے مرا دِل بڑھایا

تمہی میری ڈھارس بندھاتے رہے ہو
تمہی ناز میرے اُٹھاتے رہے ہو
تمہی مان میرا بڑھاتے رہے ہو
کبھی مجھ سے سُنتے رہے داستانیں
کبھی اپنی باتیں سُناتے رہے ہو
مجھے یاد آتی ہیں کتنی ہی باتیں

تمہیں ایک طُرفہ طبیعت ملی تھی
انوکھی، نرالی سی فطرت ملی تھی
'خلافِ توقع' ملی عمر تم کو ـــ!
'خلافِ توقع' امارت ملی تھی
الٰہی بشارت کے مصداق ٹھہرے
بفضلِ خدا یہ سعادت ملی تھی

مسیحِ زماںؑ سے محبت تھی تم کو
تو اس کی جماعت کی غیرت بہت تھی
اطاعت کے جذبہ سے سرشار تھے تم
خلافت سے تم کو عقیدت بہت تھی
ہمیشہ لبوں پہ رہی مُسکراہٹ
شگفتہ مزاجی، بشاشت بہت تھی
تھی گہری نظر اور رائے تھی صائب
بفضلِ الٰہی بصیرت بہت تھی
ارادے تھے پختہ، اُمنگیں جواں تھیں
بہت حوصلہ، استقامت بہت تھی
زمانے کا ڈر تھا نہ دُنیا کی لالچ
غناء بھی بہت، اور قناعت بہت تھی
کبھی تھک کے راہوں میں ماندہ نہ دیکھا
کہ پیرانہ سالی میں ہمت بہت تھی

نڈر تھے بہت اور بیباک تھے تم
تھی جرأت بہت اور شجاعت بہت تھی

مجھے بھی تمہاری دعاؤں کی حاجت
ابھی تو تمہاری ضرورت بہت تھی

مجھے یاد آتی ہیں کتنی ہی باتیں

سدا بے بسوں کو سہارا دیا پر
کبھی بات کی اور نہ احساں جتایا
کسی سے شکایت نہ کوئی گلہ تھا
خدا ہی تمہاری طلب تھا، صلہ تھا
سبھی پوچھتے ہیں کہ آخر ہوا کیا
کہ یکدم ہی سب سے نگاہیں چُرا کر
ہر اِک ہاتھ سے ہاتھ اپنا چھڑا کر
چلے کیوں گئے بے گماں، چُپکے چُپکے

مَیں اَب کیا بتاؤں؟
جواں ہمتی میں کوئی شک نہیں پر
تھا آخر کو دل دردِ ہجراں کا مارا
بہت ہی سنبھالا، سنبھل نہ سکا
رُک گیا یک بیک،
ناگہاں، چلتے چلتے،

○

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا صبر و ثبات

جماعت احمدیہ کو نہایت قیمتی اور زریں نصائح

مرتبہ:۔ انجینئر محمود مجیب اصغر

"یہ آزمائشیں اس لئے آتی ہیں کہ ان کے صدق و ثبات ان کے اخلاص و وفا ان کے صبر و ثبات کو ظاہر اور روشن کیا جائے اور اللہ کی بے پایاں رحمتوں کا انہیں وارث کیا جائے"
(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث)

سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ "قدرت ثانیہ" کے تیسرے مظہر تھے آپ ۹ نومبر ۱۹۶۵ء کو مسند امامت پر متمکن ہوئے اور ۸۔۹ جون ۱۹۸۲ء کی درمیانی شب اپنے محبوب حقیقی سے جاملے۔ آپ کے زمانہ میں جماعت احمدیہ آزمائشوں اور امتحانوں سے بھی گزری مگر آپ کی قیادت میں نہایت صبر و استقلال کے ساتھ یہ الٰہی جماعت شاہراہ ترقی پر رواں دواں رہی۔ اور قدرت ثانیہ کے اس مبارک نظام نے دین حق کو مضبوطی بخشی اور اس "منجدھار" سے جماعت کو نکالا اور امن کے حصار میں داخل کیا۔

آپ کے زمانہ میں جماعت احمدیہ کو جو حالات درپیش آئے اور جس طرح آپ نے جماعت کی راہنمائی کی۔ اس کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے۔

جماعت کے نام پیغام

۱۹۷۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب نے جماعت کے نام ایک پیغام جاری کیا اور اس میں فرمایا:۔

"جماعت احمدیہ اس وقت جن حالات سے گزر رہی ہے ان سے دنیا کے ہر خطہ کے احمدی دوستوں کو تشویش ہے وہ بے حد کرب و اضطراب کی گھڑیاں گزار رہے ہیں مگران سب کا دکھ ان سب کی بے چینی اور بے قراری میرے دل کی ہر دھڑکن میں پنہاں ہے اور میری ہر آن کیفیت ہے کہ اِنَّمَآ اَشکُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ دوست دریافت کرتے ہیں کہ ان

حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے میرا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کے اس حکم پر عمل کرو اِسْتَعِیْنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ استقامت' صبر' دعاؤں اور نمازوں کے ساتھ اپنے رب سے مدد مانگو۔ پس صبر کرو اور دعائیں کرو' صبر کرو اور دعائیں کرو' صبر کرو اور دعائیں کرو صبر کرو اور دعائیں کرو اور اپنی سجدہ گاہ کو آنسوؤں سے تر رکھو ہر لمحہ دعاؤں میں صرف کرو' یہی تمھاری امتیازی شان ہے اور اس سے تمھاری دین اور دنیا کی نجات وابستہ ہے۔

گریہ و زاری کے ساتھ خدا کو تم نے کب پکارا اور وہ تمھاری مدد کو نہ آیا۔ وہ سب وفاداروں سے بڑھ کر وفادار ہے اور ہر درگزر کرنے والے سے زیادہ درگزر کرنے والا ہے اور ہر پیار کرنے والے سے بڑھ کر پیار کرنے والا ہے

کسی ماں کو اس کے بچے کی کرب ناک چیخ اس قوت سے اپنی طرف نہیں کھینچ سکتی جس قوت سے اپنے عاجز بندوں کی عاجزانہ آہ و زاری اسے اپنی طرف مائل کرتی ہے۔

پس راتوں کو اٹھ اٹھ کر گریہ و زاری کرو اور اپنے دن دعاؤں اور نوافل میں گذارو۔ مجسم دعا بن جاؤ اور ہر آن نصرت الٰہی کے منتظر رہو۔

خدا تعالیٰ واحد و یگانہ پر ہمارا سارا اور کامل بھروسہ ہے اور اس کی رحمت کا سایہ ہمارے سروں پر ہے وہ ہمیں بے سہارا نہیں چھوڑے گا"

(پیغام ۶ احسان / جون ۱۳۵۳ھش / ۱۹۷۴ء مطبوعہ الفضل ۸ جون ۷۴ء)

دن رات دعائیں

ان دنوں آپ کی اپنی جو حالت تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے ۷۴ء کے جلسہ سالانہ پر فرمایا "علاوہ ازیں دنیوی لحاظ سے وہ تلخیاں جو دوستوں نے انفرادی طور پر محسوس کیں وہ ساری تلخیاں میرے سینے میں جمع ہوتی تھیں ان دنوں مجھ پر ایسی راتیں بھی آئیں کہ میں خدا کے فضل اور رحم سے ساری ساری رات ایک منٹ سوئے بغیر دوستوں کے لئے دعائیں کرتا رہا ہوں"

(افتتاحی خطاب جلسہ سالانہ ربوہ ۲۶ دسمبر ۱۹۷۴ء بحوالہ جلسہ سالانہ کی دعائیں)

اسوہ نبوی ؐ کی طرف رہنمائی

آپ نے ۲۱ جون ۷۴ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا "......رپورٹیں آرہی ہیں کہ جہاں دیکھا کہ کمزور اور تعداد میں

کم احمدی ہیں کہا ان کا بائیکاٹ کر دو ان کو کھانے کو کچھ نہ دو ان کو پانی نہ لینے دو (دوکانوں سے سودا سلف خریدنے اور ماشکیوں کو پانی بھرنے سے منع کر دیا گیا وغیرہ)...

دیکھو ہمارے پیارے اور محبوب آقا حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکی زندگی میں بعض تاریخوں کے مطابق اڑھائی سال تک اور بعض کے مطابق تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور کیا گیا...... اڑھائی تین سال تک یہ کوشش کی گئی کہ ان کو کھانے کے لئے کچھ نہ ملے اور نہ پینے کے لئے ...... مکی زندگی قریباً ساری ہی تکالیف کی زندگی تھی اس لئے اگر ہمارے دل میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا پیار ہے اور یقیناً ہے تو پھر آپ نے تو خدا کی راہ میں دس سال تک تکالیف برداشت کیں اس محبت کا یہ تقاضا ہے کہ ہم دس سال نہیں بلکہ دسیوں سال تک بھی اگر خدا ہمیں آزمائے تو ہم اس کے پیار کے نتیجہ میں دنیا پر یہ ثابت کر دیں کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کی معرفت رکھتے ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیار کرتے ہیں جوع (بھوک) کی حالت ان کی وفا کو کمزور نہیں کرتی وہ اس طرح عشق میں مست رہتے ہیں جس طرح پیٹ بھر کر کھانے والا شخص مست ہوتا ہے وہ مست رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے عشق میں اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار میں۔ پس ہر احمدی کو چاہیئے کہ وہ مظلومانہ زندگی بشاشت کے ساتھ قبول کرے۔ اگر وہ مظلومانہ زندگی کو بشاشت کے ساتھ قبول کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ انہی انعامات کا مستحق ہو گا جس کے وہ لوگ ہوتے رہے ہیں جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اس قسم کی تکالیف کو بشاشت کے ساتھ قبول کرتے تھے۔" (الفضل ۲۳ جون ۱۹۷۴ء)

غیر معمولی تائید و نصرت الٰہی

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے دور ابتلاء کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی تائید و نصرت شامل ہونے کا ایمان افروز ذکر فرمایا چنانچہ مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۸۰ء کے موقع پر بتایا "میں تمہیں مثال دیتا ہوں ۱۹۷۴ء کی۔ جب یہ کہا گیا کہ سوال و جواب ہوں گے اور اسی وقت آپ نے جواب دینا ہو گا تو صدر انجمن احمدیہ نے لکھا کہ نوے سال پر لٹریچر پھیلا ہوا ہے۔ سینکڑوں کتابیں ہیں اور امام جماعت احمدیہ کا یہ دعویٰ ہرگز نہیں کہ ساری کتب ان کو زبانی یاد ہیں اس واسطے ایک دن پہلے آپ سوال کریں اور اگلے دن جواب مل جائے گا انہوں نے کہا۔ نہیں۔ یہی ہو گا۔ طبعاً بڑی اہم ذمہ داری تھی اور پریشانی۔ ساری رات میں نے خدا سے دعا کی۔ ایک منٹ نہیں سویا۔ دعا کرتا رہا۔ صبح کی اذان کے وقت مجھے آواز آئی بڑی پیاری وَسِّعْ مَكَانَكَ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ ہمارے مہمانوں کی فکر کرو وہ تو بڑھتے ہی رہیں گے تعداد میں..... ان کی فکر کرو' اپنے مکانوں میں وسعت پیدا کرو۔ استہزاء کا منصوبہ ضرور بنایا ہے انہوں نے مگر اس کے لئے ہم کافی ہیں باون گھنٹے دس منٹ میرے

پر جرح کی اور باون گھنٹے دس منٹ میں نے خدا کے فرشتوں کو اپنے پہلو پہ کھڑا پایا" (الفضل جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۸۰ء)

۱۳ ستمبر ۱۹۷۴ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا "ایک احمدی کا رد عمل ۷ ستمبر کی قرارداد پر ایسا نہیں ہو گا کہ اس میں دنیا ظلم کا شائبہ دیکھے اور نہ ایسا ہو گا کہ اس کے نتیجہ میں فساد پیدا ہو اور لوگوں کی حقوق تلفی ہو یا ان کے حقوق تلف ہونے کے حالات پیدا ہو جائیں ......جہاں تک کسی کے مسلم یا غیر مسلم ہونے کا سوال ہے یہ تو میں شروع سے کہہ رہا ہوں اس قرار داد سے بھی بہت پہلے سے کہتا چلا آیا ہوں کہ جس شخص نے اپنا (دین) لاہور کی مال روڈ کی دکان سے خریدا ہو' وہ تو ضائع ہو جائے گا لیکن میں اور تم جنہیں خدا خود اپنے منہ سے کہتا ہے کہ تم (مومن) ---- ہو تو پھر ہمیں کیا فکر ہے دنیا جو مرضی کہتی رہے تمھیں فکر ہی کوئی نہیں باقی تبصرے بعد میں ہوتے رہیں گے"

(الفضل ۱۴ اکتوبر ۱۹۷۴ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۷۵-۱۹۷۴ کے مالی سال کو ابتلاء اور امتحان کا سال' صبر و ثبات اور صدق و وفا کا سال' برکتوں رحمتوں اور فلاح کا سال قرار دیا اور اپنے ۱۱ مئی ۱۹۷۵ء کے پیغام میں احباب جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا "...... یہ آزمائیشیں اس لئے آتی ہیں کہ ان کے صدق و ثبات ان کے اخلاص و وفا' ان کے صبر و ثبات کو ظاہر اور روشن کیا جائے اور اللہ کی بے پایاں رحمتوں کا انہیں وارث بنایا جائے اور رب کریم سے ان کا جو اٹوٹ رشتہ اور تعلق ہے اسے نمایاں کیا جائے اور مخالف حاسد کو ورطۂ حیرت میں ڈالا جائے ...... خدا کرے آپ کا قدم ہمیشہ آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے" (الفضل ۱۲ مئی ۱۹۷۵ء)

اس ابتلاء کے بعد مالی وسعتوں کے علاوہ جو وسعتیں اشاعت و دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں نصیب ہوئیں ان کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے فرمایا "بیرون ممالک میں ہماری جماعت کے ذریعے سرعت کے ساتھ لوگ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں (دین حق) قبول کر رہے ہیں" (الفضل ۱۷ دسمبر ۱۹۷۶ء)

محبت سب کے لئے

معاندین کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں اس لئے ۱۹۸۰ء کے دورہ غانا میں حضور نے ایک صحافی کے سوال کے جواب میں کہ ۱۹۷۴ء میں احمدیوں پر جو مظالم ہوئے اس بارہ میں حضور کا تاثر کیا ہے فرمایا "یہ ایک مذہبی معاملہ تھا پہلے زمانوں میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہے ہمارا بھروسہ تو خدا پر تھا اور ہے۔ اس وقت احمدیوں کو میری طرف سے ہدایت یہی تھی کہ ظلم کا جواب ظلم سے ہرگز نہ دو بلکہ صبر کا اعلیٰ نمونہ دکھاؤ وہ جو ظالم تھے ان سے خدا نے خود بدلہ لیا اور اپنی پیشگوئیوں کو پورا کر دکھایا اور جو مظلوم تھے اور جنہیں مالوں اور جانوں کے ضیاع کی شکل میں زبردست نقصان اٹھانا پڑا تھا خدا نے ان کے نقصان کی خود تلافی کی اور وہ پہلے سے بھی زیادہ مالدار ہو گئے اصل

باقی صفحہ ۴۱ پر

بسلسلہ مسیح ہندوستان میں

قسط ۴

سیاح نبی

حضرت مسیح علیہ السلام کے مختلف بلاد و امصار کے سفر

تحقیق و تحریر: مظفر چوہدری

گزشتہ قسط میں الرہا یعنی اڈیسہ تک حضرت مسیح علیہ السلام نے نقوش قدم کا ذکر کیا گیا تھا۔ اب ان علاقوں سے لے کر جہاں آج کل کرد قبائل آباد ہیں اور افغانستان میں پاکستان کی شمال مغربی سرحد تک کا ذکر کیا جا رہا ہے کرد قبائل ترکی میں اناطولیہ سے لے کر ایران میں کوہ البرز کی وادیوں تک آباد ہیں اور ان کے چند چھوٹے چھوٹے قبائل افغانستان اور بلوچستان میں بھی سکونت پذیر ہیں۔

۱۰۔ اناطولیہ کے کردوں میں مسیح کے آنے کی روایات

Jesus lived in India کا مصنف لکمبرگ کے ایک ماہر علم الاقوام کے حوالے سے لکھتا ہے کہ مشرقی اناطولیہ کے کردوں میں یہ روایت بہت عام تھی کہ جناب مسیح واقعہ صلیب کے بعد ترک وطن کر کے اس علاقے میں آ گئے تھے اور ان کے درمیان کچھ مدت گزاری تھی۔

(Jesus lived in india - halger kersten) صفحہ ۱۸۸ بحوالہ مسیح کی گمشدہ زندگی از پیام شجہانپوری ادارہ تاریخ و تحقیق۔ عوامی فلیٹس ۔ ایواز گارڈن لاہور اپریل ۱۹۹۲ء)

۱۱۔ حضرت مسیح علیہ السلام نصیبین میں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ "اگرچہ میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سفر جو تجویز کیا گیا ہے اگر نہ بھی کیا جاتا' تو بھی خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس قدر شواہد اور دلائل ہم کو اس امر کے لیے دیدیئے ہیں' جن کو مخالف کا قلم اور زبان توڑ نہیں سکتی' لیکن مومن ہمیشہ ترقیات کی خواہش کرتا ہے اور وہ زیادہ سے زیادہ حقائق اور معارف کا بھوکا پیاسا ہوتا ہے۔ کبھی ان سے سیر نہیں ہوتا اس لیے ہماری بھی یہی خواہش ہے کہ جس قدر ثبوت اور دلائل اور مل سکیں وہ اچھا ہے۔ اسی مقصد کے لیے یہ تقریب پیش آئی ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو نصیبین کی طرف بھیجتے ہیں جس کے متعلق ہمیں پتہ ملا ہے کہ وہاں کے حاکم نے حضرت مسیح کو جبکہ وہ اپنی ناشکر گزار قوم کے ہاتھ

سے تکلیفیں اٹھارہے تھے۔ لکھا تھا کہ آپ میرے پاس چلے آئیے اور واقعہ صلیب سے بچ جانے کے بعد اس مقام پر پہنچ کر انہوں نے بد قسمت قوم کے ہاتھ سے نجات پائی ۔ وہاں کے حاکم نے یہ بھی لکھا تھا کہ آپ میرے پاس آ جائیں گے تو آپ کی خدمت کی سعادت حاصل کروں گا اور میں بیمار ہوں میرے لیے دعا بھی کریں۔ اگرچہ یہ امر ہمیں ایک انگریزی کتاب سے معلوم ہوا ہے' لیکن میں دیکھتا ہوں کہ روضۃ الصفا جو ایک اسلامی تاریخ ہے۔ اس قسم کا مفہوم اس سے بھی پایا جاتا ہے۔ اس لیے یہ یقین ہوتا ہے کہ حضرت مسیح نصیبین میں ضرور آئے اور اسی راستے سے وہ ہندوستان کو چلے آئے۔ سارا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے' لیکن ہمارا دل تو گواہی دیتا ہے کہ اس سفر سے انشاء اللہ حقیقت کھل جائے گی اور اصل معاملہ صاف ہو جائے گا۔ ممکن ہے کہ اس سفر میں ایسی تحریریں پیش ہو جاویں یا ایسے کتبے نکل آویں' جو حضرت مسیحؑ کے اس سفر کے متعلق بعض امور پر روشنی ڈالنے والے ہوں یا حواریوں میں سے کسی کی قبر کا کوئی پتہ چل جائے یا اور اس قسم کے بعض امور نکل آویں' جو ہمارے اس مقصد میں مؤید ثابت ہو سکیں' اس لیے میں نے اپنی جماعت میں سے تین آدمیوں کو اس سفر کے لیے تیار کیا ہے۔ ان کے لیے ایک عربی تصنیف بھی میں کرنی چاہتا ہوں' جو بطور تبلیغ کے ہو اور جہاں جہاں وہ جاویں۔ اس کو تقسیم کرتے رہیں اس طرح اس سفر سے یہ بھی فائدہ ہو گا کہ ہمارے سلسلہ کی اشاعت بھی ہوتی جائے گی"

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۲۳)

پھر فرمایا:

"ہم اشتہار الانصار میں لکھ چکے ہیں کہ ہماری جماعت میں سے تین آدمی اس کام کے لئے منتخب کئے جائیں گے کہ وہ نصیبین اور اس کے نواح میں جائیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آثار اس ملک میں تلاش کریں...... چونکہ یہ عزیز دوست ایمانی صدق سے تمام اہل و عیال کو خدا تعالیٰ کے حوالے کر کے اور وطن کی محبت کو خیرباد کہہ کر دور دراز ملکوں میں جائیں گے۔ اور سمندر کو چیرتے ہوئے اور جنگلوں اور پہاڑوں کو طے کرتے ہوئے نصیبین یا اس سے بھی آگے نکل جائیں گے اور کربلائے معلّٰی کی بھی زیارت کریں گے اس لئے یہ تینوں عزیز قابل قدر اور تعظیم ہیں۔ اور امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے لئے ایک بڑا تحفہ لائینگے۔

آسمان ان کے سفر سے خوشی کرتا ہے کہ محض خدا کے لئے قوموں کو شرک سے چھڑانے کے لئے یہ تین عزیز ایک منجی کی صورت پر اٹھے ہیں۔"

مارکو پولو کا بیان:۔ مارکو پولو لکھتا ہے کہ: "ایران میں ایک شہر ہے جو سبا (ساوہ) کہلاتا ہے جہاں سے وہ تین مجوسی آئے تھے جو مسیح کو خراج تحسین پیش کرنے بیت اللحم گئے تھے۔ اور وہ اس شہر میں ایک آتش کدے میں

مدفون ہیں۔ ان کی داڑھیاں اور بال (ابھی تک؟) ان کے ساتھ موجود ہیں۔ ایک کا نام بلشفر ز دوسرے کا جسپر اور تیسرے کا ملکیار تھا۔ (مارکو پولو کا سفرنامہ انگریزی ترجمہ صفحہ ۳)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام "مسیح ہندوستان میں" تحریر فرماتے ہیں: "کتاب روضۃ الصفا جو ایک مشہور تاریخی کتاب ہے اس کے صفحہ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ میں بزبان فارسی وہ عبارت لکھی ہے جس کا خلاصہ ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے:۔

"...... وہ اپنے ملک سے سفر کر کے نصیبین میں پہنچے جو ان کے وطن سے کئی سو کوس کے فاصلہ پر تھا۔ اور آپ کے ساتھ چند حواری بھی تھے۔ آپ نے حواریوں کو تبلیغ کے لئے شہر میں بھیجا۔ مگر اس شہر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انکی والدہ کی نسبت غلط اور خلاف واقعہ خبریں پہنچی ہوئی تھیں اس لئے اس شہر کے حاکم نے حواریوں کو گرفتار کر لیا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بلایا۔ آپ نے اعجازی برکت سے بعض بیماروں کو اچھا کیا۔ اور بھی کئی معجزات دکھلائے۔ اس لئے نصیبین کے ملک کا بادشاہ مع تمام لشکر اور باشندوں کے آپ پر ایمان لایا اور نزول مائدہ کا قصہ جو قرآن شریف میں ہے وہ بھی ایام سیاحت کا ہے۔"

"یہ خلاصہ بیان تاریخ روضۃ الصفا ہے۔ اور اس جگہ مصنف کتاب نے بہت سے بیہودہ اور لغو اور دور از عمل معجزات بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کئے ہیں جن کو ہم افسوس کے ساتھ چھوڑتے ہیں اور اپنی اس کتاب کو ان جھوٹ اور فضول اور مبالغہ آمیز باتوں سے پاک رکھ کر صرف اصل مطلب اس سے لیتے ہیں جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سیر کرتے کرتے نصیبین تک پہنچ گئے تھے ..... بہرحال اگر روضۃ الصفا کی روایت پر اعتبار کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا نصیبین کی طرف سفر کرنا اس غرض سے تھا کہ تا فارس کی راہ سے افغانستان میں آویں اور ان گمشدہ یہودیوں کو جو آخر افغان کے نام سے مشہور ہوئے حق کی طرف دعوت کریں"۔

(مسیح ہندوستان میں روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۶۷، ۶۹)

روضۃ الصفا کا بیان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے درج فرمادیا ہے اس کا متن بھی بارہا شائع ہو چکا ہے۔ اس لئے ہم دیگر کتب میں آپ کے نصیبین جانے کا ذکر درج کرتے ہیں۔ اسحٰق بن بشر اور ابن عساکر حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ یہود حضرت عیسیٰؑ پر ہجوم کرتے۔ آپ سے تمسخر کرتے..... .... حتی کہ یہ سلسلہ دراز ہو گیا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو ایک جگہ قرار نہیں تھا اور نہ آپ کا کوئی ٹھکانہ۔ وہ تو بس زمین میں سیاحت کرتے رہتے تھے ...... یہودیوں کا ایک جابر اور سرکش بادشاہ نصیبین نامی شہر کے نواح میں حکومت کرتا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے اسے اور اس شہر کے رہنے والوں کو رجوع کی دعوت دینے کے لئے وہاں جانے کا فیصلہ

کیا۔ چنانچہ آپ شہر کے قریب پہنچ گئے اور حواری آپ کے ساتھ تھے۔

(ترجمہ عربی عبارت در منثور صفحہ ۲، ۳ جلد دوم)

طبقات ناصری کا بیان:۔ علامہ سراج المنہاج طبقات ناصری میں لکھتے ہیں: "جب حضرت عیسیٰؑ تیرہ سال کے ہوئے تو آپ پر وحی آئی۔ پیغمبری میں ان کی عمر تینتیس برس کی ہوئی۔ اور مزید تیرہ سال یہ سلسلہ جاری رہا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بادشاہ نصیبین کے پاس بھیج دیا جس کا نام داد تھا۔ وہ بت پرست تھا۔ اس کے زمانے میں طب کا گھر گھر رواج تھا۔ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو معجزے دیئے وہ طب ہی کی جنس سے سراسر غیر عادی تھے ...... یہودیوں نے حضرت کو بھی قتل کر دینے کا ارادہ کیا۔ حضرت عیسیٰؑ وہاں سے چل کر کسی دوسرے مقام پر چلے گئے ...... (آگے وہی آسمان پر جانے والا قصہ دہرایا گیا ہے۔)

(منہاج السراج طبقات ناصری۔ صفحہ ۹۴ اردو ترجمہ از مولانا غلام رسول مہر جلد اول)

۱۲۔ **حضرت عیسیٰ علیہ السلام تکریت میں:۔** "ابو الحسن بن عبداللہ، عن ابن ابی یعفور، عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: ان موسی علیہ السلام حدث قومہ بحدیث لم یحتملوہ عنہ فخر جوا علیہ بمصر فقاتلوہ فقاتلھم فقتلھم، و ان عیسیٰ علیہ السلام حدث قومہ بحدیث فلم یحتملوہ عنہ فیخرجوا علیہ بتکریت فقاتلوہ فقاتلھم فقتلھم، وھو قول اللّٰہ عزو جل فآمنت طائفۃ من بنی اسرائیل و کفرت طائفۃ فایدنا الذین آمنوا علی عدو ھم فاصبحوا ظاھرین"

(بحوالہ بحار الانوار جلد ۱۴ صفحہ ۶۷۹)

ترجمہ:۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے ایک ایسی بات کی جس کو وہ برداشت نہ کر سکتے تھے چنانچہ انہوں نے آپ پر مصر میں حملہ کر دیا اور آپ سے لڑائی کی اس پر آپ نے بھی ان سے لڑائی کی اور ان کو ہلاک کر دیا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ایسی بات کی جس کو وہ برداشت نہ کر سکے اس پر انہوں نے تکریت میں آپ پر حملہ کیا اور آپ سے لڑائی کی اور آپ نے بھی ان سے لڑائی کی اور ان کو ہلاک کر دیا۔"

تکریت کو عراق کا آخری شہر سمجھا جاتا تھا۔ ابن حوقل لکھتا ہے کہ اس شہر میں چوتھی صدی ہجری میں عیسائیوں کی کثرت تھی اور ایک بڑی خانقاہ بھی تھی۔ (بحوالہ جغرافیہ خلافت مشرقی)

۱۳۔ **حضرت مسیح علیہ السلام بغداد میں:** بغداد شہر سے متصل ایک آبادی براثا کہلاتی تھی بحار الانوار میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک راہب نے بتایا کہ براثا ارض

عیسیٰ علیہ السلام ہے۔۔۔۔۔ قال له الراهب: ۔۔۔۔۔انك تنزل ارض براثا بيت مريم و ارض عيسیٰ عليه السلام ۔۔۔۔۔ (بحار الانوار جلد ۱۴، صفحہ ۲۱۲)

راوی کے نزدیک یہاں حضرت عیسیٰ کی پیدائش ہوئی لیکن یہ بات غلط ہے۔

۱۴۔ **حضرت عیسیٰ کوفہ میں:** کوفہ کے بارے میں ملا فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں: آوردہ اند کہ مریم با پسر و پسر عم خود یوسف بن ماثان در ازدہ سال در این موضع بسر بردند

(۱۳۴۶ شمسی (ایرانی کیلنڈر) کتاب فروشی اسلامیہ)

ترجمہ:۔ بیان ہوا ہے کہ مریم نے اپنے بیٹے اور چچا زاد یوسف بن ماثان کے ہمراہ بارہ برس اس جگہ بسر کئے۔۔۔۔ ۔۔۔۔

۱۵۔ **حضرت عیسیٰ علیہ السلام کربلا میں** موجودہ بغداد سے کچھ فاصلے پر بابل کے کھنڈرات ہیں۔ بابل کے قریب ہی کربلا کا علاقہ ہے بحار الانور میں باقر مجلسی لکھتے ہیں:

وَمِنْ اَعْجب العجائب ان عيسیٰ ابن مريم مَرَّ بِارض كربلا ۔۔۔۔۔ وَ انه جلس و جلس الحواريون قال هذه ارضٌ يقتل فيها فرخ الرسول احمد۔۔۔۔۔۔

(بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۵۵ بحوالہ حضرت مسیح کا صلیب سے بچنا اور مشرق کی طرف ہجرت۔ ربوہ۔ پاکستان

قابل غور بات: ابتدا میں چونکہ شیعہ آئمہ و علماء عراق میں آباد ہوئے تھے اس لئے جب انہوں نے حضرت مسیح اور آپ کی والدہ کی ان علاقوں میں آمد کے بارے میں کثرت سے روایات سنیں تو اپنی کتابوں میں ان کو بیان تو کر دیا لیکن دو باتوں میں افراط سے کام لیا۔

۱۔ ان واقعات کو مسیح کے بچپن سے منسلک کر دیا حالانکہ وہ فلسطین میں پیدا ہوئے تھے۔

۲۔ جگہ جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے مبارک خاندان سے مماثلت کے لئے مبالغے سے کام لے گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سریانی کلام کے بارے میں اسلامی کتب کی گواہی جو اب اڈیسہ اور نصیبین سے دستیاب ہو چکا ہے۔

الطالقانی الجلودی سے وہ ہشام بن جعفر سے وہ حماد سے اور وہ عبداللہ بن سلیمان سے جو (اہل کتاب کی۔ ناقل) کتابیں پڑھا کرتے تھے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے انجیل میں پڑھا: اے عیسیٰ میرے حکم بجالانے میں کوشش کر اور سست مت ہو ۔۔۔۔۔ کتاب کو مضبوطی سے پکڑ۔ اہل سوریا کے لئے سریانی زبان میں (اس کی۔ ناقل) تفسیر کر۔۔۔۔۔ مئولف بحار الانوار کے نزدیک اس سے مصحف سوریٰ مراد ہے۔ سورا ارض بابل میں عراق کا ایک

مقام ہے اور یہ سریانیوں کا شہر ہے۔

(امالی الصدوق صفحہ ۱۶۳ صفحہ ۱۶۴ بحوالہ بحار الانوار جلد ۱۴ صفحہ ۲۸۴ تا صفحہ ۲۸۶)

دلائل النبوۃ میں یوں ہے: فسر لاهل السوران بالسريانيته'

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لکھوائی ہوئی کتاب: جنگ صفین سے واپسی پر حضرت علیؓ کے لشکر نے "دیر نصرانی" نامی ایک خانقاہ کے قریب پڑاؤ کیا۔ اس دیر جس سے ایک خوبصورت معمر بزرگ نکلا جس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ اس نے کہا:

"..... میں آپ کے بھائی عیسیٰ بن مریم کے حواری ..... شمعون بن یوحنا کی نسل سے ہوں جو عیسیٰ بن مریم کا بارہ حواریوں میں سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والا اور محبوب ..... تھا۔ اور اسی کو عیسیٰ نے اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور اپنی کتابیں اور علم اور حکمت اسے سونپی تھی۔

چنانچہ اس کا گھرانا آپ کے دین پر قائم اور آپ کی ملت بنا رہا۔ نہ انہوں نے کفر کیا اور نہ تغیر و تبدل کا شکار ہوئے اور یہ جو میرے پاس کتاب ہے۔ اس کی املا عیسیٰ بن مریم نے کرائی تھی اور اسے ہمارے جدامجد نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا.....

(معجم احادیث الامام المھدی ۔ الجزا الثالث احادیث الامام علی علیہ السلام ۔ معارف اسلامیہ طبع اول)

ایک دلچسپ بات دمشق، براثا، بشوشا (کوفہ کے مغرب میں ایک گاؤں) کوفہ، کربلا وغیرہ میں مسیح کی ولادت بیان کی جاتی ہے لیکن ظاہر ہے کہ مسیح صرف ایک مقام پر پیدا ہوئے تھے اور واضح اور مضبوط تاریخی حقائق کی روشنی میں ثابت ہے کہ یہ مقام فلسطین میں تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء اسلام کو جب شام و عراق کے مختلف علاقوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کے آنے کی روایات ملیں تو انہوں نے ان کو آپ کی پیدائش کے واقعے سے منسوب کر لیا۔

اس کا ثبوت یہ ہے کہ انہی مقامات پر آپ کے نبی کی حیثیت میں حواریوں کے ساتھ تشریف لانے کے واقعات بھی ملتے ہیں۔

علماء نے ان سب مقامات پر آیت مبارکہ واوینٰھُمَاً الی ربوۃ..... الخ کی تطبیق کی کوشش کی ہے چنانچہ بحار الانوار میں لکھا ہے:

"والربوة هی الرملة من فلسطين و قيل دمشق و قيل مصر و قيل بيت المقدس و قيل: هی حيرة الكوفة و سوادها۔ والقرار: مسجد الكوفة و المعين الفرات

(بحار الانوار جلد ۱۴ صفحہ ۲۳۴)

۱۶۔ **حضرت عیسیٰؑ ایران میں** ایران میں سوائے اباداں کے لوگوں کے سب سے پہلے مسیح پر ایمان لانے کی حدیث کے حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد کا اسلامی کتب سے تاحال کوئی حوالہ دستیاب نہیں ہوا۔ ایران سے مراد "صوبہ فارس" اور اس کے ملحقات ہیں ورنہ تو سلطنت ایران کی حدود آرمینیا و شام اور بعض اوقات فلسطین تک رہی ہے۔ نصیبین و موصل کا علاقہ رومیوں اور ایرانیوں میں سرحدی مقام کی حیثیت رکھتا تھا۔

اخبار الطوال:۔ کی مندرجہ ذیل روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ایران کے بادشاہ کے پاس اپنے ایک حواری کو بھجوایا تھا: "قالوا و فی ملك ارد شیر بعث اللہ تعالٰی عیسٰی علیه السلام و یزعمون انه بعث با حد حواریه الی ارد شیر و انه جآء الی مدینة طیفون منزل علی ابر سام فکان اذا امسی استسرج له سراج فیصلی طول لیله و یتلو الانجیل فساله ابر سام عن قصته و دینه فاخبره انه رسول المسیح عیسٰی بن مریم فافضی ابر سام الخبر الی ارد شیر فدعا منظر الی سَمْته و هدوئه و اراه الشیخ آیات من آیات المسیح فلم یبْعد عند ارد شیر ولا هاجه بسُو

ابی حنیفہ احمد بن داؤد الدینوری اخبار الطوال۔ الطبعتہ الاولی لیڈن ۔ مطبع بریل ۱۸۸۸ء

نکولس نوٹووچ نے بدھ کتابوں سے مسیح علیہ السلام کے جو حالات زندگی شائع کئے ہیں ان میں آپ کا فارس جانا اور زرتشتی مؤبدوں کی طرف سے آپ کی مخالفت اور آپ کو قتل کرنے کی کوشش کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فارس میں بھی مسیح تشریف لے گئے تا کہ گمشدہ قبائل کو ہدایت دے سکیں لیکن یہاں بھی زرتشتی علما نے آپ کی مخالفت کی کیونکہ جو بنی اسرائیل زرتشتی مذہب قبول کر چکے تھے وہ ان کی واپسی نہیں چاہتے تھے۔

۱۷۔ **حضرت مسیح علیہ السلام اباداں میں:۔** خلیج فارس کے نزدیک بصرہ سے شیراز جاتے ہوئے ایران اور عراق کی سرحد کے قریب ایران میں اباداں نامی مشہور شہر ہے جسے اسلامی تاریخ میں "عباداں" لکھا گیا ہے۔

مؤرخ عبدالکریم بن محمد نے "التدوین فی اخبار قزوین" میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مندرجہ ذیل حدیث بیان کی ہے: انبانا المرتضٰی ...... عن الحسن بن ابی الحسن البصری عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه ' قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم : بابان مفتوحان فی الجنة عباداں و قزوین ' قلنا عباداں مُحْدثٌ قال و لکنھا اول بقعة آمنت

بعیسیٰ ابن مریم۔

اللمورخ الکبیر عبدالکریم بن محمد الرافعی القزوینی التدوین فی اخبار قزوین من اعلام القرن السادس۔
دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔ ۱۹۸۷ء)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں دو کھلے دروازے ہیں یعنی عباداں اور قزوین۔ ہم نے کہا عباداں نیا نام ہے؟ فرمایا بلکہ یہ وہ علاقہ ہے جو سب سے پہلے مسیح علیہ السلام پر ایمان لایا۔

فارسی میں اس شہر کو "میان رودان" یعنی دو دریاؤں کے درمیان کا شہر کہتے تھے۔ عباداں میں حضرت علیؓ سے منسوب "مشہد علیؓ بن ابی طالب" اور کئی زیارتوں کا (بغیر نام لئے) علامہ یاقوت نے ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس کے فضائل کے بارے میں غیر ثابت احادیث ہیں۔ میری رائے میں یاقوت کا اشارہ مندرجہ بالا حدیث کی طرف ہو سکتا ہے۔ (معجم البلدان زیر لفظ عباداں)

۱۸۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرات میں:۔

ہرات جو ایران اور افغانستان کی سرحد پر واقع ہے نیشاپور اور کابل کے راستے میں نہایت مشہور مقام ہے۔ ماضی میں یہ کبھی ایران اور کبھی کابل کے تحت رہا ہے ہرات میں چوتھی صدی عیسوی میں بھی کلیسا قائم تھی اور یہ عیسائیت کا اس علاقے میں قدیم ترین مرکز ہے ہرات کے متصل ہی "انجیل" نام کا ایک قصبہ آج بھی موجود ہے۔

۱۹۷۳ء میں مسٹر او۔ ایم ۔ برک نے اسلامی درویش فرقوں کے بارے میں ایک کتاب لکھی۔ اس کتاب میں انہوں نے یہ انکشاف کیا کہ ہرات میں ایک چھوٹا سا فرقہ اپنے آپ کو "عیسیٰ ابن مریم کاشمیری" کا پیرو کہتا ہے۔ یہ لوگ ابن مریم کے پیروکار ہونے کے باوجود خود کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور ہرات کے بہت سے دیہات میں آباد ہیں مگر ان کا مرکز ہرات شہر ہے۔ ۱۹۷۳ء میں اس فرقے کے پیشوا کا نام ابا یحییٰ تھا۔ جو اپنے آپ کو مسیح سے ساٹھویں پشت میں اس فرقہ کا سربراہ قرار دیتا ہے۔ ان کے پاس حضرت مسیح کی زندگی کے درست حالات بھی محفوظ تھے ایک کتاب کا نام "مسیح کی زندگی" ہے یہ ان کی مقدس کتاب ہے۔ ایک اور کتاب "احادیث المسیح" کے نام سے بھی ان کے ہاں موجود ہے۔ اس فرقے کا عقیدہ ہے کہ مسیح نے ایک حصہ عمر کشمیر میں گذارا۔

O.M Burke - Among the Dervishes london 1973 pp 12-13

(جاری ہے)

تصحیح:۔ شمارہ مئی ۱۹۹۸ء کے مضمون "حضرت خلیفۃ المسیح الاول --- کا عشق قرآن میں رسالہ کے صفحہ ۱۸ کی سطر ۱۳ پر حضرت مرزا شریف احمد ہے جو درست نہیں الفاظ حضرت مرزا بشیر احمد ایم اے ہیں قارئین تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا براہین احمدیہ پر ریویو

(مطبوعہ ماہنامہ "اشاعة السنة" جون تا نومبر ۱۸۸۴ء) کے چند اہم پہلو

تحریر:۔ عاصم جمالی

شہر دہلی کے پھاٹک جش خان کے علاقہ میں ایک دینی تعلیم کا مدرسہ المعروف "مدرسہ میاں صاحب" تھا۔ جس کے بانی شیخ الکل میاں صاحب سید نذیر حسین دہلوی تھے۔ آپ کے شاگردوں میں ایک صاحب مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی تھے (۱) آپ پنجابی شاگردوں میں وہابیت کی تعلیم حاصل کر کے دستار فضیلت بندھوا کر نکلے اور گھر پہنچتے ہی تبلیغ غیر مقلدین کا بیڑا اٹھایا۔ ۱۸۷۷ء میں مولوی محمد حسین بٹالوی کا نام لوگوں میں آنا شروع ہوا۔ آہستہ آہستہ موصوف کی شہرت ہونے لگی۔ یہاں تک کہ چینیاں والی مسجد لاہور کے آپ امام مقرر ہو گئے۔ جب لاہور اور دہلی کے بازاروں میں مولوی بٹالوی صاحب نکلتے تو دو رویہ دوکانوں والے کھڑے ہو ہو کر سلام کرتے اور مصافحہ کے واسطے لپکتے (۲) ہندوستان میں جماعت اہل حدیث کا سب سے پہلا اردو زبان کا رسالہ جو ۱۸۷۸ء میں بٹالہ ضلع گورداسپور سے ماہانہ شائع ہونا شروع ہوا وہ "اشاعة السنة" تھا۔ اس کے مالک و مدیر مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی تھے۔ (۳) لگ بھگ اسی دور میں موصوف امرت سر کے عبداللہ غزنوی کے مدرسہ "تدریس" میں پڑھاتے بھی تھے۔ (۴) رسالہ مذکور میں مولوی صاحب نے پہلے تو اپنے حریف حنفیوں کی تردید اور اہلحدیث کی تائید میں مضامین نکالے کچھ عرصہ بعد حنفیوں سے میل جول کر لیا اور سر سید احمد خان علی گڑھ کے خلاف مضامین سے رسالہ پر کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح رسالہ ترقی کرتا گیا اور مولوی صاحب کی شہرت بھی بڑھتی گئی۔ اور بڑے فخر سے مولوی صاحب نے اس بات کا اظہار کیا کہ جب وہ وائسراؤں۔ کمانڈر انچیف۔ لیفٹیننٹ گورنروں اور ان کے سیکریٹریوں اور صاحبان فنانشل کمشنرز۔ ڈپٹی کمشنرز کے گھروں پر ان کی ملاقات کے لیے گئے یا ان کے درباروں میں شامل ہوئے تو انہوں نے آپ کی عزت کی اور کرسی دی۔ جب سابق لیفٹیننٹ گورنر پنجاب سر چارلس ایچیسن صاحب بہادر پنجاب کے عہدہ گورنری سے رخصت ہونے لگے تو انہوں نے موصوف کو ان الفاظ میں سرٹیفکیٹ دیا:۔

"ابو سعید محمد حسین فرقہ اہلحدیث کے ایک سرگرم مولوی اور اس فرقہ اسلام کے وفادار اور ثابت قدم وکیل ہیں۔ ان کی علمی کوششیں لیاقت سے ممتاز ہیں" (۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے دیرینہ مراسم تھے۔ مولوی صاحب نے جو تبصرہ حضورؑ کی کتاب براہین احمدیہ کے ہرچہار حصص کے طبع ہونے پر کیا اس میں ان ہی تعلقات کا ذکر کیا ہے:۔

"مؤلف براہین احمدیہ کے حالات و خیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن ہیں۔ بلکہ اوائل عمر سے (جب ہم قطبی و شرح ملا پڑھتے تھے) ہمارے ہم مکتب اس زمانے سے آجتک ہم میں ان میں خط و کتابت و ملاقات و مراسلات برابر جاری رہی ہے۔ اسلئے ہمارا یہ کہنا کہ ہم ان کے حالات و خیالات سے بہت واقف ہیں مبالغہ قرار نہ دیئے جانے کے لائق ہے۔" (۶)

بلکہ مولوی بٹالوی صاحب موصوف کے استاد مولوی نذیر حسین نے ۱۸۸۴ء میں حضرت مسیح موعودؑ کا دلی میں نکاح پڑھا تھا۔ حضرت صاحب نے نکاح کے بعد مولوی نذیر حسین کو پانچ روپے اور ایک مصلّٰی نذر کیا تھا۔ (۷)

حضرت صاحب ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے پسر موعود کے جس اشتہار کے بعد جو ایمان میں ابتلا کی منازل تھیں مثلاً بچہ پیدا ہوا تو لڑکی تھی اور پھر لڑکا پیدا ہوا تو ایک سال بعد فوت ہو گیا۔ بقول حضرت مولوی عبداللہ سنوری..... عامتہ الناس کیلئے ایسا زلزلہ کہ اس سے قبل کبھی آیا نہ اس کے بعد مگر مولوی محمد حسین بٹالوی اس واقعہ کے بعد بھی خوش اعتقاد رہا (۸) موصوف نے براہین احمدیہ کے پہلے چاروں حصوں پر ایک ریویو ۱۸۸۴ء میں لکھا جس کے اوائل میں حضرت صاحب کے تصنیف لطیف کے خلاصہ مطالب درج کرنے کے بعد اپنی رائے کو مختصر اور بلا مبالغہ الفاظ کا اظہار کرتے ہوئے لکھا:۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آجتک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جسکی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔

ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ سماج و برہم سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کے نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بیڑا اٹھالیا ہو اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جسکو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اس کا تجربہ و مشاہدہ کرے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو" (۹)

مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کے اس ہمہ گیر تبصرہ کے بعد امرتسر لدھیانہ وغیرہ کے ساکنان کا ذکر ہے جنہوں نے براہین احمدیہ میں اور امور کفریہ کو تلاش کر کے مولف براہین احمدیہ کو کافر کہا۔ ان کے بارے میں مولوی

صاحب تحریر کرتے ہیں:۔

"موقع جلسہ دستار بندی دیوبند پر یہ حضرات بھی وہاں پہنچے اور لمبے لمبے فتوےٰ تکفیر مولف براہین احمدیہ کے لکھ کر لے گئے اور علماء دیوبند و گنگوہ وغیرہ سے ان پر دستخط و مواہیر ثبت کرنے کے خواستگار ہوئے۔ مگر چونکہ وہ کفر انکا اپنا خانہ ساز کفر تھا۔ جسکا کتاب براہین احمدیہ میں کچھ اثر پایا نہ جاتا تھا۔ لہٰذا علماء دیوبند و گنگوہ نے ان فتووں پر مہر و دستخط کرنے سے انکار کیا اور ان لوگوں کو تکفیر مولف سے روکا۔ اور کوئی ایک عالم بھی انکا اس تکفیر میں موافق نہ ہوا۔ جس سے وہ بہت ناخوش ہوئے اور بلا ملاقات وہاں سے بھاگے" (۱۰)

مولوی صاحب نے امرتسر اور لودھیانوی فریق کے انکار و کفر کا تجزیہ کرتے ہوئے اولاً ان کے خیالات کے بارے میں لکھا:۔

"فریق اول (امرتسری مسلمان) تو اپنے انکار کی وجہ یہ پیش کرتے ہیں کہ الہام غیبی (جو ہم رنگ وحی ہے بجز انبیاء کسی کو نہیں ہو سکتا اور آجتک کسی کو نہیں ہوا اور اگر طبعی خیالات و خطرات مراد ہیں تو ان کو ولی سے کیا خصوصیت ہے یہ خطرات کافر انسان بلکہ حیوان مکھی وغیرہ کو بھی ہوتے ہیں۔ اور فریق دوم (لودہانوی مدعیان اسلام) اپنی تکفیر کی یہ وجہ پیش کرتے ہیں کہ ان الہامات میں مولف نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے آپ کو ان کمالات کا جو انبیاء سے مخصوص ہیں محل ٹھہرایا ہے" (۱۱)

ان اعتراضوں کے علاوہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ان کے ان اعتراضوں کو بھی زیر غور وحی کے لائے ہیں ہے

ایک اعتراض یہ ہے کہ بعض الہامات میں لفظی و معنوی غلطیاں ہیں.....

بعض الہامات انگریزی میں ہوتے ہیں اور انگریزی ایسی بری زبان ہے کہ اسکے پڑھنے اور بولنے سے مومن کا ایمان جاتا رہتا ہے یا اسکو گناہ چمٹ جاتا ہے۔ پھر اس میں الہام خداوندی جو ایمان کا رہنا ہے کیونکر ممکن ہے؟

"یہ کہ مولف نے اپنے الہامات جکے قطعی ہونیکا دعویٰ کیا ہے حالانکہ علماء اہل سنت الہام کو حجت نہیں سمجھتے ...." (۱۲)

اس کے بعد مولوی صاحب نے کچھ اعتراض براہین احمدیہ پر پولیٹکل نکتہ چینی کے ذکر کئے ہیں اور ان سے مؤلف براہین احمدیہ کی بریت بدلائل و شواہد بیان کی ہے جن کو بخوف طوالت جزوی طور پر چھوڑا جاتا ہے اور مولوی صاحب کی طرف سے مذہبی نکتہ چینی کے دفاع کی تلخیص کو پیش کیا جاتا ہے۔ مختلف نکات کے نمبر ہماری طرف سے ہیں اگرچہ الفاظ بعینہٖ مولوی محمد حسین صاحب کے ہی ہیں۔

۱۔ ہماری تحقیق و تجربہ میں یقین اور مشاہدہ کی رو سے یہ سب نکتہ چینیاں (مذہبی ہیں خواہ پولیٹکل) از سرتاپا

سوء فہمی یادیدہ دانستہ دھوکہ دہی پر مبنی ہیں اور بجز دعوے الہام جو کچھ مؤلف کی نسبت کہا گیا ہے محض بے اصل ہے۔ اور ان تہمتوں سے کتاب اور مؤلف کے دامن کو پاک کرتے ہیں (صفحہ ۱۷۵)

۲۔ اس کتاب کے معاونوں اور مؤلف کے معتقدوں کی کلام میں الفاظ نصرت وفتح مستقل ہوتے ہیں (دیکھو اشتہار طولانی جماعت معاونین کتاب مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر جس میں لفظ فتح و نصرت موجود ہیں اور بحق مؤلف یہ شعر منقول ہے ؎

سب مریضوں کی ہے تمہیں پر نگاہ تم مسیحا بنو خدا کے لئے

(صفحہ ۱۸۷)

۳۔ فتح اسلام سے ملکی فتح مراد نہیں اور نہ ہزیمت مخالفین اسلام سے ان کا میدان جنگ میں شمشیر و تفنگ سے بھاگ جانا مراد ہے بلکہ فتح اسلام سے اس کا دلائل و بیان و حجت و برہان سے غالب ہونا اور ہزیمت و مغلوبیت مخالفین سے ان کا بحث و دلائل سے عاجز آنا مراد ہے (صفحہ ۱۸۸)

۴۔ مؤلف کا یا عیسیٰ مخاطب کرنے سے ...... مراد یہ ہے کہ مؤلف حضرت مسیح علیہ السلام سے مشابہ اور بعض اصاف میں مماثل ہے (صفحہ ۱۸۸)

۵۔ مؤلف کے کپڑوں سے بادشاہوں کے برکت ڈھونڈنے سے ...... ان کی دینی بادشاہی اور روحانی سرداری اور اخروی پیشوائی مراد ہے (صفحہ ۱۸۸)

۶۔ غلبہ اسلام سے جس کی مؤلف کو بشارت دی گئی ہے (صفحہ ۱۹۱) دلائل و براہین کا غلبہ مراد ہے۔ نہ کہ سیاسیات ملکی میں غلبہ (صفحہ ۱۹۲)

۷۔ مؤلف قریش نہیں فارسی الاصل ہے (صفحہ ۱۹۳)

۸۔ غیر نبی کے الہام غیبی سے مطلق انکار نبی کے الہام سے انکار کا مقدمہ ہے۔ اور اس کی طرف کھینچ لیجا سکتا ہے۔ کیونکہ دونوں الہاموں کا حال و احوال ایک ہے بلکہ سچ پوچھو تو وہ دونوں ایک ہی چشمہ یا منبع کی دو نہریں ہیں۔ لہٰذا ایک سے انکار ہو تو دوسرے کے تسلیم کرنے کی عقلی وجہ کوئی نہیں ..... اسی وجہ سے محققین اہل عرفان نے کہا ہے۔ جس کو اولیاء کے اس فیض بالحق اور علم لدنی سے انکار ہو۔ اس کو سوء خاتمہ کا خوف ہے۔ شاید اس کے دل میں ایک نہ ایک دن انبیاء کے علم لدنی و الہام غیبی سے انکار بھی جگہ پکڑے (صفحہ ۱۹۴)

۹۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مریم علیہ السلام اور والدہ موسیٰ علیہ السلام کو (بالاتفاق نبی نہ تھیں) اور حضرت خضر علیہ السلام (جو بلا اتفاق جمہور علماء اسلام نہ تھے اور ان کے رسول نہ ہونے میں تو کلام ہی نہیں) بعض غیب باتوں کی اطلاع دی۔ جس سے یقیناً و جزماً معلوم ہو گیا کہ اسی آیت متمسکہ مخالفین میں غیر نبی کیلئے مطلق اطلاع غیب کی نفی ہرگز

مراد نہیں (صفحہ ۲۰۴)

۱۰۔ معجزہ اور کرامت میں فرق یہ ہے کہ معجزہ میں دعویٰ نبوت کے ساتھ مقابلہ کا مطالبہ ہوتا ہے اور یہ امر کرامت میں نہیں ہوتا۔ یعنی اس میں ولی اپنی نبوت کا دعوے کر کے بالمقابل کرامت نہیں دکھاتا اور نہ اس کا معارضہ چاہتا ہے (صفحہ ۲۱۳)

۱۱۔ نبی دعوے نبوت سے پہلے لوگوں میں ولی ہی کہلاتا ہے اور قبل نبوت اس کی کرامات کا ظاہر ہونا ممکن ہے (صفحہ ۲۱۴)

۱۲۔ معجزہ اور کرامت میں بجز تحدی کوئی فرق نہیں (صفحہ ۲۱۵)

۱۳۔ یہ جان رکھو کہ اعدائے دین سے جو مدعی الوہیت ہو۔ اس کے ہاتھ سے ایسے خوارق عادت کا ظاہر ہونا جائز ہے نہ اس شخص کے ہاتھ سے جو خود بخود نبی بن بیٹھے۔ یہ اس لئے کہ ناحق مدعی نبوت کے ہاتھ پر ایسے امور ظاہر ہوں تو سچے نبی کی نبوت کے پہچان کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اور اس میں اور جھوٹے نبی کے امر خارق عادت میں فرق معلوم نہیں ہوتا اور مدعی الوہیت سے امر خارق عادت ظاہر ہو تو خدا تعالیٰ کی الوہیت کی پہچان کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔ کیونکہ جھوٹے مدعی الوہیت کا جھوٹ اس کے حال سے کہ وہ حادث (نو پیدا) ہے اور اسمیں علامات نقصان و عجز۔ کھانا۔ پینا۔ جگہ کا محتاج ہونا وغیرہ) پائے جاتے ہیں۔ ظاہر ہو جاتا ہے۔ خواہ اس سے ہزار امر خارق مشاہدہ میں آئیں۔ (صفحہ ۲۱۷)

۱۴۔ خصوصاً ایسے شخص کے الہامات و کرامات جو ان کو اپنے نبی کی نبوت کی تائید و شہادت میں پیش کرے اور منکرین الہام نبی کو اس کے نظائر دکھائے اور بعلہ زبان یہ کہے کہ یہ سب برکات میرے نبی افضل الرسل کے متبع اور خادم ہونے کا صدقہ ہے اور اس کے کرامات و معجزات چنانچہ مئولف براہین احمدیہ سے واقع ہوا ہے (صفحہ ۲۱۸)

۱۵۔ اسی کتاب کا صفحہ ۲۴۳، ۴۹۹، ۵۲۱، ۵۵۸ وغیرہ کو ملاحظہ میں لاؤ اور قیامت کو حساب کو ایمان کو قرآن کو پیش چشم رکھ کر خلاف واقعہ سوء ظنی سے باز آؤ؟ (صفحہ ۲۱۸)

۱۶۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قَرِيبًا مِنَ القاديان وَ بِالْحَق اَنْزَلْنَاهُ وَ بِالْحَق نَزَلَ ...... اس میں کسی کو لفظ نزول سے نزول قرآن یا وحی رسالت کا شبہ گذرے تو اس کو یوں دفع کر سکتا ہے کہ یہ لفظ (نزول) وحی رسالت یا قرآن سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ لفظ بخشش و عطا کے معنوں میں بھی آیا ہے ...... چنانچہ ایک آیت میں فرمایا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْاَنْعَامِ ثَمَانِيَةَ اَزْوَاجٍ (زمر ع ۱) نے تمہارے لئے آٹھ جوڑے مواشی اتارے (یعنی عطا فرمائے) ہیں۔ پس ایسا ہی عطاء الہام معارف صاحب قادیان کو نزول سے تعبیر فرمایا تو اس سے نزول قرآن و وحی آیات کا شبہ کیونکر پیدا ہوا۔ (صفحہ ۲۵۹)

۱۷۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے حجتہ اللہ البالغہ میں اور امام شعرانی نے یواقیت و الجواہر میں فرمایا ہے کہ لازم مذہب عین مذہب نہیں ہوتا۔ اور عامہ کتب اصول میں مرقوم ہے کہ مفہوم بمقابلہ منطوق حجت نہیں ہوتا۔ پس جس حالت میں مؤلف کی صریح کلام میں یہ باتیں کہ "وہ ادنیٰ امتی ہیں" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور جو کچھ مؤلف کو عطا ہوا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا پھل ہے اور اصل کمالات اور برکات آنحضرت میں ہیں۔ مؤلف میں صرف ان کا ظل (سایہ) پائی جاتی ہیں تو اس کا منطوق کلام مؤلف کے مقابلہ میں اس مفہوم کلام کا وجود صرف فریق دوئم کے خیال میں آیا ہے کیا اعتبار ہے اور ان کے قول کا لازم (بزعم فریق دوئم) عین ان کا قول و مذہب کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور آپ نے صفحہ ۲۱۷ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳ میں یہ الہام کہ میں تجھ سے راضی ہوں اور تجھے بلند کروں گا۔ نقل کر کے فرمایا ہے اور ان کلمات کا حاصل مطلب تلطفات اور برکات ہیں جو حضرت خیرالرسل کی متابعت کی برکت سے ہر ایک کامل مومن کے شامل حال ہو جاتے ہیں۔ اور حقیقی طور پر مصداق ان عنایات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور دوسرے سب طفیلی ہیں۔ اور اس بات کو ہر جگہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر ایک حمد و ثناء جو کسی مومن کے الہامات میں کی جائے۔ وہ حقیقی طور پر آنحضرت کی مدح ہوتی ہے اور مومن بقدر اپنی متابعت کے اسی مدح سے حصہ حاصل کرتا ہے اور وہ بھی محض خدا تعالیٰ کے لطف اور احسان سے نہ کسی اپنی لیاقت اور خوبی سے۔ (صفحہ ۲۷۵)

۱۸۔ اور مصنف کو اس بات کا علم بھی دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے۔ اور روحانی طور پر اسی کے کمالات مسیح سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے۔ شدت مناسبت اور مشابہت ہے اور اس کو خواص انبیاء و رسل کے نمونے سے محض برکت متابعت حضرت خیرالبشر و افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم ان بہتوں پر اکابر اولیائے سے فضیلت دی گئی ہے کہ جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں اور اس کے قدم پر چلنا موجب نجات و سعادت و برکت اور اس کے بر خلاف چلنا موجب بعد و حرمان ہے...... وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ صفحہ (۲۷۸)

۱۹۔ آپ کی کتاب کا کوئی ورق و صفحہ بلکہ سطر و لفظ ایسا نہیں ہے۔ جس سے نبوت محمدیؐ اور حقانیت قرآن کا ثبوت مقصود نہ ہو (صفحہ ۲۷۸)

۲۰۔ الہام يَا مَرْيَمُ اُسْكُنْ اَنْتَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ میں لفظ مریم سے مؤلف مراد ہے جس کو ایک روحانی مناسبت کے سبب مریم سے تشبیہ دی گئی ہے۔ وہ مناسبت یہ ہے کہ جیسے حضرت مریم علیہا السلام بلا شوہر حامل ہوئی ہیں۔ چنانچہ ظاہر قرآن کی دلالت ہے اور انجیل میں تو اس پر صاف تصریح ہے (دیکھو اشاعۃ السنۃ نمبر۲، ۳، جلد۴) ایسے ہی مؤلف براہین بلا تربیت و صحبت کسی پیر فقیر ولی مرشد کے ربوبیت غیبی سے تربیت پا کر مورد الہامات غیبیہ و علوم لدنیہ ہوئے ہیں۔ (صفحہ ۲۸۰)

۔ فارسی ۔ عربی (جو ان کی مادری و مذہبی و علمی زبانیں ہیں) کے الہامات میں یہ بھی احتمال اور خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ الہامات مئولف نے خود عمداً بنائے ہیں ۔ یا بلا ارادہ و اختیار ان کی حالت خواب میں ان کے دماغ و خیال نے گھڑت و بناوٹ کا خیال الہامات انگریزی میں (جس سے صاحب الہام کی زبان کان دل و خیال کو کسی قسم کا تعلق نہیں) کوئی نہیں کہہ سکتا کیونکہ طبیعت و خیال کو اسی چیز تک رسائی ہوتی ہے جس سے اس کو کسی وجہ سے متعلق ہو۔ ہندی نژاد جو عربی سے محض نا آشنا ہو) کا خیال عربی نہیں بنا سکتا۔ جیسے مچھلی اڑ نہیں سکتی اور چڑیا تیر نہیں سکتی (صفحہ ۲۸۲)

۲۲۔ مئولف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رو سے (وَللّٰہُ حَسِیبُہٗ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیزگار اور صداقت شعار ہیں .... اور الہامات مئولف براہین سے (انگریزی میں ہوں خواہ ہندی و عربی وغیرہ) آجتک ایک بھی جھوٹ نہیں نکلا (صفحہ ۲۸۴)

۲۳۔ شاید ہمارے معترض مہربان مئولف براہین احمدیہ کے ساتھ ہم کو بھی ملائیں۔ اور ہم پر بھی فتوے کفر لگائیں اور یہ فرمائیں کہ اس جواب میں مئولف براہین کو آنحضرت سے ملایا گیا ہے۔ اور ان کے الہامات کو وحی نبوی کی مانند تصرف شیطانی سے معصوم ٹھہرایا گیا ہے۔ لیکن میں ان کے فتوئ کفر سے نہیں ڈرتا کیوں کہ میں خود ان پر فتوئ کفر لگا سکتا ہوں۔ (صفحہ ۲۸۴)

۲۴۔ دوسرا فائدہ و سِرّ الہام انگریزی زبان کا یہ ہے کہ اس وقت مئولف کے مخاطب اور اسلام کے منکر و مخالف (عیسائی ' آریہ ' برہمو وغیرہ) انگریزی خواں ہیں۔ ان کا افہام یا افحام (ساکت کرنا) جیسا کہ الہامات انگریزی سے ممکن ہے عربی یا فارسی وغیرہ الہامات سے ممکن نہیں۔ عربی وغیرہ مشرقی زبانوں کے الہامات کو (وہ ان کے مضامین سے آنکھ بند کر کر یقیناً مئولف کی ایجاد طبع سمجھتے۔ اب (جب کہ وہ انگریزی الہامات پڑھتے اور مئولف کا انگریزی زبان سے محض امی و اجنبی ہونا سنتے ہیں) ان الہامات مئولف کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اور بے اختیار ان کو خرق عادت و بر خلاف عام قانون قدرت (جن کو وہ غلطی سے قدرت خدا وندی کا پیمانہ سمجھ رہے تھے ماننے لگے ہیں۔ (صفحہ ۲۵۸)

۲۵۔ جناب مئولف اس شہر بٹالہ میں جہاں میں اب ہوں تشریف لائے اور آپ کی ملاقات کا اتفاق ہوا تو میں نے آپ سے پوچھا کہ انگریزی الہامات آپ کو کس طور پر ہوتے ہیں۔ انگریزی حروف دکھائے جاتے ہیں۔ یا فارسی حروف میں انگریزی فقرات لکھے ہوئے دکھائے جاتے ہیں۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ فارسی حروف میں انگریزی فقرات مکتوب دکھائے جاتے ہیں۔ صفحہ (۲۹۱)

۲۶۔ ایک دفعہ مئولف سے بالمشافہ ان کے الہام کی نسبت کچھ ذکر ہوا تو انہوں نے صاف فرمایا کہ "ملہم پر تو اپنے الہام

کے موافق عمل کرنا واجب ہی ہے۔ اور لوگ اس کے موافق عمل نہ کریں تو ملہم کو رنج ضرور ہوتا ہے" (صفحہ ۲۹۹)

۲۷۔ الہامات براہین شیطان کی طرف سے نہیں۔ (صفحہ ۳۰۲)

۲۸۔ خوب محقق ہوا کہ مؤلف براہین احمدیہ کا اپنے الہام کو اپنے حق میں حجت اور دلیل سمجھنا کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ (صفحہ ۳۴۵)

۲۹۔ ہم کو مؤلف براہین احمدیہ سے حسن ظنی ہے۔ اس لئے ہم ان کو سچا جانتے ہیں اور ان کے بیان کو عقل اور شرع کے مخالف نہیں سمجھتے۔ (صفحہ ۳۴۶)

۳۰۔ بعض جگہ اس کتاب میں مخالفین کے حق میں سخت کلامی پائی جاتی ہے جو اس زمانہ سویلزیشن (تہذیب) میں عام طبائع کے تنفر کی موجب ہے۔ اگرچہ مؤلف اس میں بھی معذور اور حمیت حقانی و جوش ایمانی سے مجبور ہیں۔ (صفحہ ۳۴۶)

۳۱۔ آدم کے لفظ سے وہ آدم جو ابوالبشر ہے مراد نہیں بلکہ ایسا شخص مراد ہے جس کے سلسلہ ارشاد اور ہدایت کا قائم ہو کر روحانی پیدائش کی بنیاد ڈالی جائے گویا وہ روحانی زندگی کی رو سے حق کے طالبوں کا باپ ہے اور یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ جس میں روحانی سلسلہ کے قائم ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایسے وقت میں جب کہ اس سلسلہ کا نام و نشان نہیں۔ (صفحہ ۱۹۳)

۳۲۔ اس کتاب کی خوبی اور بحق اسلام نفع رسانی اس کتاب کو بچشم انصاف پڑھنے اور ہمارے ریویو کو دیکھنے والوں کی نظروں میں مخفی نہ رہے گی۔ لہذا بحکم هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ کافہ اہل اسلام پر (اہلحدیث ہوں خواہ حنفی شیعہ ہوں خواہ سنی وغیرہ) اس کتاب کی نصرت اور اس کے معارف طبع کی اعانت واجب ہے۔ مؤلف براہین احمدیہ نے مسلمانوں کی عزت رکھ دکھائی ہے۔ اور مخالفین اسلام سے شرطیں لگا لگا کر تحدی کی ہے اور یہ منادی اکثر روئے زمین پر کر دی ہے کہ جس شخص کو اسلام کی حقانیت میں شک ہو۔ وہ ہمارے پاس آئے اور اس کی صداقت دلائل عقلیہ و قرآنیہ و معجزات نبویہ محمدیہ سے (جس سے وہ اپنے الہامات خوارق مراد رکھتے ہیں) بچشم خود ملاحظہ کرے پھر کیا اس احسان کے بدلہ مسلمانوں پر یہ حق نہیں کہ فی کس نہ سہی فی گھر ایک ایک نسخہ کتاب اس کا ادنے قیمت دے کر خرید کریں اور اس پر یہ شعر پڑھیں ؎

جمادے چند دادم جاں خریدم ۔ بحمد اللہ کہ بس ارزاں خریدم

(صفحہ ۳۴۸)

حواشی

ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات مؤلفہ مولانا ابو یحییٰ امام خان نوشہروی صفحہ ۲۰، ۱۱۵ مرتبہ حنیف یزدانی مطبوعہ مکتبہ نذیریہ چیچہ وطنی ضلع ساہیوال ۱۹۷۰ء

(۲) بطالوی کا انجام "صفحہ ۳۶ ' ۳۷ مولفہ میر قاسم علی ۔ اللہ بخش سٹیم پریس قادیان ۱۹۳۱ء (۳) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات صفحہ ۱۰۰ (۴) ایضا۔ صفحہ ۱۷۳ (۵) بطالوی کا انجام صفحہ ۳۸ ' ۳۹ (۶) ماہنامہ اشاعۃ السنۃ صفحہ ۱۷۶ نمبر ۶ جلد نمبر ۷ مضمون براہین احمدیہ پر ریویو از مولوی محمد حسین بٹالوی بابت ماہ (جون تا اگست ۱۸۸۴ء) (۷) "سیرت المہدی" صفحہ ۵۷ ' ۵۸ حصہ اول مرتبہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ۱۹۳۵ء (۸) ایضا۔ صفحہ ۱۰۶ (۹) ماہنامہ "اشاعۃ السنۃ " صفحہ ۱۶۹ ' ۱۷۰ نمبر ۶ جلد نمبر ۷ مضمون براہین احمدیہ پر ریویو از مولوی محمد حسین بٹالوی بابت ماہ جون تا اگست۔ (۱۰) ایضا۔ صفحہ ۱۷۰ (۱۱) ایضا۔ صفحہ ۱۴ ' ۱۷۲ (۱۲) ایضا۔ صفحہ ۱۷۴ (۱۳) ایضا بابت ماہ ستمبر تا نومبر ۱۸۸۴ء

بقیہ از صفحہ ۲۴

چیز اللہ پر توکل ہے ' زندگی کی بنیادی حقیقت یا خلاصہ یہ ہے نفرت کسی سے نہیں محبت بلا استثناء سب کے ساتھ۔ اسی کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے ہمیں برکتوں سے نوازا" (دورہ غانا ۱۹۸۰ء مطبوعہ نظارت اشاعت و تصنیف ربوہ)

صبرو استقلال کی ایک مثال

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی حقیقی شجاعت اور صبرو استقلال کا اس ضمن میں ایک واقعہ ہے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے فیصلہ کے بعد آپ کے ایک زمیندار غیر احمدی دوست اظہار ہمدردی کرنے کے لئے آئے اور آپ نے دوران گفتگو نہ اس فیصلے کا ذکر کیا اور نہ ہی غم کا اظہار آپ کے کلمات سے ہوا آپ اسی طرح ہشاش بشاش اس دوست سے گفتگو فرماتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے آپ کا دل بھرا رہا اور زبان پر اس کا ذکر جاری رہا۔ اسے ہمت تک نہ ہوئی کہ اس فیصلے کا ذکر کر کے افسوس کرے۔ جب وہ شخص واپسی پر سیڑھیاں اتر رہا تھا تو ہر سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے نہایت تعجب سے کہتا تھا "بڑا ہی مرد ہے ' بڑا ہی مرد ہے" یعنی اس جان لیوا غم کا اس پر معمولی سا بھی اثر نہیں (یہ روایت آپ کے منجھلے صاحبزادے نے بیان کی تھی)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مقدس وجود کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا رہے آمین

وقف جدید اور نو مبائعین

تمام زعماء و ناظمین کرام ' مجلس انصاراللہ پاکستان سے درخواست ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تازہ ارشاد کی روشنی میں ہر مجلس ہر جماعت کے نو مبائعین مجاہدین وقف جدید کی الگ فہرست / رجسٹر تیار کریں۔ اور ان کوائف سے مرکز کو آگاہ رکھیں۔ ماہوار رپورٹ کارگزاری میں وعدہ / وصولی وقف جدید نو مبائعین کا الگ ذکر ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ سب انصار کو بہترین خدمت کی توفیق سے سرفراز فرمائے۔ (آمین)

Monthly **ANSARULLAH** Rabwah
Editor: NASRULLAH KHAN NASIR
Regd. No. CPL - 92 JUNE 1998

میرا خدا

سیدنا خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

”...... میں ان کو اسی مضمون کی ایک اور بات یاد دلانا چاہتا ہوں جس میں جو کچھ بھی میں نصیحت کر سکتا تھا اس کا بہترین خلاصہ بیان ہو گیا ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم ایک غزوے کے موقع پر اپنے غلاموں سے بچھڑ کر اکیلے ایک درخت کے سائے میں آرام فرما رہے تھے کہ آپ کی آنکھ ایک للکار کی آواز سے کھلی۔ ایک دشمن مسلمانوں سے نظر بچا کر آپ ہی کی تلوار اٹھا کر اس نے آپ کے سر پر سونتی اور کہا کہ اے محمد! بتا اب تجھے میرے ہاتھوں سے اور میری اس تلوار سے کون بچا سکتا ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم اسی طرح اطمینان سے لیٹے رہے اور فرمایا: میرا خدا۔

کتنی عظیم بات ہے۔ تمام دنیا میں قیامت تک مومنوں پر آنے والے ابتلاؤں کا ایک ہی جواب ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس وقت اس ظالم کو دیا اور ہمیشہ ہر مومن ہر ظالم کو یہی جواب دیتا رہے گا۔ اور اگر یہ جواب نہیں دے گا تو اس کے بچنے کی کوئی ضمانت دنیا میں نہیں ہے۔ پس تم یہ نہ دیکھو کہ آج تلوار کس کے ہاتھ میں ہے تم یہ دیکھو کہ وہ ہاتھ کس خدا کے قبضے میں ہے۔ وہ بازو کس کی قدرت کے تابع ہیں جنہوں نے آج تمہارے سر کے اوپر ایک تلوار سونتی ہوئی ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تلوار پہلے گرے گی مگر ہمارا خدا جانتا ہے اور وہ گواہ ہے کہ تلوار گرانے والوں پر اس کے غضب کی بجلی پہلے نازل ہو گی۔ ......

پس تلواروں کے بدلنے سے تمہارے ایمان کیسے بدل سکتے ہیں۔ اپنے ایمانوں کی حفاظت کرو اور ثابت قدمی دکھاؤ اور اللہ پر توکل رکھو اور یقین کرو کہ وہ خدا جس نے یہ وعدہ کیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے وہ خدا اور اس کے رسول ضرور غالب رہیں گے اور ضرور غالب رہیں گے اور ضرور غالب رہیں گے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ نومبر ۱۹۹۰ء)